بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نتیجہ از ممتحن گرامی

عنوان مقالہ:______________________ عنوان نمبر:____________

نام امیدوار:______________________ عالمیہ سال اول کا رول نمبر:____________

مقالہ چیک کرنے کے لیے نمبروں کی تقسیم اور مختلف ملاحظات:

نمبر شمار	مقالہ کے حصے	مقررہ نمبر	حاصل کردہ نمبر	اگر نمبر کم حاصل ہوئے تو اس کی وجہ
01	فہرست عنوانات	05		
02	**مقدمہ** مندرجہ ذیل امور کا احاطہ ضروری ہے:(موضوع کا تعارف، اہمیت موضوع، سابقہ کام کا جائزہ، تحقیق کے بنیادی سوالات واہداف	15		
03	**صُلبِ موضوع**(سوالات واہداف کے مطابق موضوع پر تحقیق)	50		
04	**حواشی وذیل حوالہ جات اور توضیحی نوٹس**	10		
05	**موضوع کی بحث پر مبنی نتائج / خلاصۂ بحث**	05		
06	**موضوع پر مزید کام کرنے کی تجاویز**	05		
07	**مقالہ میں وارد آیات واحادیث کی فہرست(آخر میں لگائیں)**	05		
08	**فہرست مصادر ومراجع**	05		
09	**میزان**	100		

مقالہ کے بارے میں ممتحن صاحب کے عمومی تاثرات:______________________

____

____

____

نام ممتحن:______________________

دستخط ممتحن:______________________

تاریخ:______________________
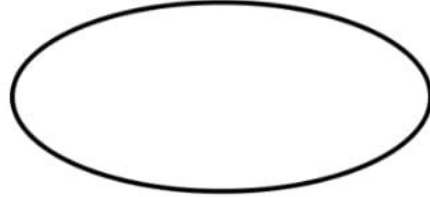
نوٹ: 1۔ نتیجہ از ممتحن، فارم فوٹو کاپی کر کے طالب علم اپنے مقالے کے آغاز میں لگائے، فارم میں امیدوار سے متعلق کوائف طالب علم نے خود پُر کرنے ہیں۔

2۔ مقالہ کمپوز شکل میں جمع کروائیے اور بغیر کمپوزنگ کے قابل قبول نہیں ہو گا، کمپوزنگ کے متعلق ہدایات صفحہ نمبر(05) پر ملاحظہ کریں۔

☆تصوف کی حقیقت، افادیت اور تاریخ☆

مقالہ

حافظ عبداللہ احمد

مقالہ نگران

علامہ شیخ الحدیث سعید قمر سیالوی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

شہادۃ العالمیہ سال دوم

رول نمبر: 8010163- 1

وفاق المدارس الاسلامیہ الرضویہ پاکستان (رجسٹرڈ)

2024ء/2023ء

تصدیق مشرف

دستخط:

اظہار تشکر

بندہ حقیر اپنے اکابرین اور اساتذہ کرام کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی جنہوں نے نہ صرف مقالہ لکھنے میں قیمتی آراسے نوازا بلکہ درجہ صرف سے لیکر دورہ حدیث شریف تک قدم بہ قدم رہنمائی فرماتے ہوئے مخلصانہ مشورے سے نوازتے رہے اور آئندہ بھی رہنمائی فرماتے رہیں گے۔

علامہ حافظ سعید احمد کاوش مد ظلہ العالی، علامہ رضا مد ظلہ العالی، علامہ یاسین سیالوی مد ظلہ العالی، علامہ فہد مد ظلہ العالی ودیگر تمام کا مشکور وممنون ہوں، اللہ تعالی میرے تمام اساتذہ کرام کو اپنی شایان شان کے مطابق حظ وافر جزائے خیر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ نبی الامین ﷺ

حافظ عبد اللہ احمد

انتساب

بندہ فقیر اپنی اس ادنی سی کاوش کو دانائے سبل مولائے کل ختم الرسل مولائے قیل و قال بوستان فصاحت کا جمال شفیع معظم خطیب امم حبیب محتشم احمد مجتبی جناب محمد مصطفی ﷺ کی بار گاہ بیکس پناہ اوراپنے والدین کی طرف منسوب کر تاہوں جن کی دعاؤں اور شفقت سے اس مقام تک پہنچا جنہوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر محنت اور مشقت کے ساتھ مجھے تعلیم حاصل کروائی ہے۔

بعد ازاں

اپنے تمام اساتذہ کرام (کریمہ سعدی سے لیکر دورہ حدیث شریف تک) کی طرف منسوب کر تاہوں جنہوں نے حتی امکان بڑی کوششوں اور تمام تر توجہات کے ساتھ بہار علمیہ سے سیر اب کیا اور میرے مقالہ نگران حضرت علامہ شیخ الحدیث سعید قمر سیالوی مد ظلہ العالی صاحب جنہوں نے جگہ جگہ میری رہنمائی فرمائیں یہ مقالہ پائے تکمیل تک پہنچا دعاہے اللہ رب العزت ان عظیم ہستیوں کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔

آمین بجاہ نبی الامین ﷺ

حافظ عبد اللہ احمد

مقدمۃ التحقیق

الحمد للہ الواحدِ القهارِ العزیزِ الغفّارِ، مُکوّرِ اللیلِ علی النهارِ تَذْکِرَۃً لأُولی القلوبِ والأبصارِ، وتبْصِرَۃً لِذَوِی الأَلْبابِ والاعتِبارِ، الذي هَدیٰ مِن خَلْقِهِ مَن اصطفاهُم فزَهَّدَهُم في هذهِ الدارِ، وأشهد أن لا إله إلا اللہُ العزیزُ الجبّارُ، وأشهد أنَّ محمدًا صلی اللہ علیه وسلم نبیُّهُ العربیُّ المختارُ، الذي اصطفاہ ربه وجعله إمامًا للمتقین وسَیِّدًا للأبرارِ، اللهم صلِّ علی سیدنا محمد وعلیٰ آله وصحابته أهل الأَسرارِ، وعلی مَن سارَ خَلْفَهم مِن الزاهدین والصوفیةِ الأخیارِ

أما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب بنا کر اس کائنات عرضی میں بھیجا، اس کے لئے ہر قسم کے لوازمات جو اس کی زندگی کے لئے ضروری تھے وہ اس کے لئے پہلے ہی سے فراہم کر دیے گئے تھے۔ اس کی خوراک کا اہتمام موجود تھا، اس کے آرام کے لئے دن رات کا نظام موجود تھا، اس کے لئے موسموں کا ایک بہترین نظام موجود تھا۔ اسی طرح اس کی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بھی مناسب انتظام کیا گیا اور نکاح کے ذریعے عورت کی صورت میں اس کو یہ فطری اور جبلی خواہش کو پورا کرنے کا انتظام بھی کیا گیا۔ ہر طرح کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کا سامان بھی کیا اور ہر دور میں، ہر قوم میں انبیاء کو مبعوث فرمایا جو اس کو رب کی یاد دلاتے رہے اور اس کی طرف بلاتے رہے۔ کچھ لوگوں نے خود سے بھی رب کو تلاش کرنے کی ٹھانی اور اپنے اپنے طریقے، اپنی عقل، اپنی فہم سے اپنی بساط کے مطابق مختلف طریقوں سے رب کی تلاش کی۔ اپنی زندگیاں اس راہ میں لگائیں۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے جہاں اس میں باقی معاملات میں انسان کی ضروریات کا خیال رکھا وہاں اس کی روحانی ضروریات کا بھی خیال رکھا اور جبلی طور پر انسان کے اندر جو شروع ہی سے خالق کو پہچاننے اور اس تک پہنچنے کی ایک خواہش تھی اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو بھی شرعی حدود و قیود کے طابع کر کے ایک دائرے کے اندر اس خواہش کی تکمیل کا اہتمام کیا گیا۔

حدیث جبریل میں حضرت جبریل علیہ السلام کے سوالات اس چیز کو عیاں کرتے ہیں کہ تصوف یا احسان کی بنیاد اسلام میں ابتداء ہی سے موجود تھی۔ قرآن و احادیث و آثار سے ہمیں تصوف ایک باقاعدہ شاخ کی صورت میں نظر آتا ہے اور ایک علیحدہ حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے، کسی اللہ والے نے کیا خوب کہا کہ الشریعت کالسفینۃ والطریقت کالبحر والحقیقت کالصدف والمعرفت کالضر یعنی معرفت کا دوسرا نام ہی تصوف ہے، کسی

شریعت کشتی کی طرح ہے اور طریقت دریا کی طرح ہے اور حقیقت صدف کی طرح ہے (جو دریا کی تہہ میں ہوتی ہے) اور معرفت موتی کی طرح ہے، اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ شریعت کی کشتی میں سوار ہو کر طریقت کے دریا میں اترنا ہو گا پھر وہاں سے غواصی ہو گی بحر حقیقت میں یا بحر عشق و محبت میں تا کہ وہ حقیقت کی صدف حاصل ہو جائے پھر وہاں سے شریعت کی کشتی میں آکر اس صدف کو جب کھولا جائے گا تو اس میں ضُرِ معرفت یعنی ذاتِ حقیقی اور مطلوب تحقیقی کا عرفان نصیب ہو گا جو کہ ہماری زندگی کا مقصد اولین و آخرین ہے۔ تصوف کسے کہتے ہیں؟ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ صوفی کی تعریف کیا ہے؟ اور حقیقی صوفی کون ہوتا ہے؟ اس کے زندگی میں کیا اثرات ہیں؟ تاریخ ہمیں تصوف کے بارے میں کیا بتاتی ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کا ثبوت بہت سے سوالات ہیں جو لفظ تصوف سنتے ہیں ذہن میں آتے ہیں۔

ان تمام سوالات کے جوابات کے لئے وفاق المدارس الاسلامیہ الرضویہ پاکستان کے تحت میرے مقالہ شھادۃ العالمیہ کے عنوان

"تصوف کی حقیقت، افادیت اور تاریخ"

کے تحت ترتیب دیا گیا ہے۔ جس میں بتوفیق اللہ تعالی لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

فرضیہ تحقیق

تصوف کا لغوی و اصطلاحی معنی

تصوف کے مبادیات

قرآن و حدیث سے تصوف کا ثبوت

تاریخ تصوف

اعتراضات کا علمی محاکم

:تبویب

اس مقالہ " تصوف کی حقیقت، افادیت اور تاریخ"

میں تین ابواب اور ہر باب کے تحت دو فصلیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

الباب الاول

تصوف کا معنی ومفہوم

فصل اول: تصوف کی لغوی تعریف

فصل ثانی: تصوف وصوفی کی اصطلاحی تعریف

الباب الثانی

مبادیات تصوف

فصل اول: تصوف کی بنیادی خصوصیات

فصل ثانی: تصوف اور قرآن وحدیث

باب الثالث

تاریخ تصوف اور ناقدین

فصل اول: تصوف تاریخی آئینے میں

فصل دوم: تصوف پر اعتراضات کے جوابات

باب اول

تصوف کا معنی و مفہوم

فصل اول

تصوف کی لغوی تعریف :

اس کے مادہ اشتقاق میں بہت اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ یہ " صوف " سے مشتق ہے،

تصوف باب "تفعل" سے مصدر ہے، اس باب کی خاصیت کے پیش نظر اس کا لفظی معنی ہو اصاف ہونے کے لیے محنت اور مشقت کرنا، صاحب تصوف کو صوفی کہا جاتا ہے یہ لفظ یا تو صُوف سے بنا ہے یا صَفا سے یہ صُفہ سے اگر صُوف (ع-اند) سے ہے تو اس کا معنی ہے اون کمبل ایک قسم کا پشمینے کا کپڑا ہوا۔(1)

اسی سے صوفی بنا یعنی پشمینہ پوش پار سا پرہیز گار، صوفی کی جمع صوفیاء یعنی پرہیز گار لوگ آتی ہے صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صوف پشمینہ کے کپڑے پہنتے ہیں، اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اول صف میں ہوتے ہیں اس لیے انہیں صوفی کہتے ہیں،(2)

علامہ ابن عجیبہ متوفی 1266ھ کہتے ہیں:

" قال من الصوفة لان الصوفي مع الله تعالى كا الصوفة المطر وحه لاستسلامه الله تعالى"

تصوف صوفۃ سے مشتق ہے اس لئے کہ صوفی اللہ تعالی کے ساتھ بکھرے ہوئے اون کی طرح ہے۔

صفہ کا ایک معنی:

"و منهم من قال انه من الصفه اذا حملته اتصاف بالمحاسن وترك الاوصاف المذمومه"(3)

جس نے یہ کہا ہے کہ یہ صفہ سے مشتق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اوصاف جمیلہ سے متصف ہونا اور اوصاف مذمومہ کا ترک کر دینا ہے۔

صوفی کب بنتا ہے

"ومنهم من قال: من الصفاء حتى قال ابو الفتح البستی رحمه الله تعالى"

تنازَعَ النّاسُ في الصُّوفي واختلفوا

قدما وظَنّوهُ مُشتَقًا مِنَ الصّوفِ

ولست أمنح هذا الاسم غير فتیً

صافي فصوفي حتّیٰ لقب الصّوفی(4)

اور ان میں سے ابو الفتح بستی علیہ رحمہ نے صفاء کے بارے میں کہا کہ

لوگوں نے مشتقات صوفی میں اختلاف کیا ہے

بعض نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ صوف سے مشتق ہے

میں یہ نام نہیں دیتا مگر ایسے جوان کو جس نے اپنا تصفیہ کیا

پس وہ صاف ہو گیا یہاں تک کہ اس کا نام صوفی رکھ دیا گیا۔

تصوف کے 10 معانی:

حضرت ازدیار بن سلیمان فارسی علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ " حضرت جنید بن محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تصوف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "تصوف ایک ایسا نام ہے جو 10 معانی پر مشتمل ہے"۔

۱ ... دنیا کی ہر شے میں کثرت کی بجائے قلت پر اِکتفا کرنا۔

۲ ... اسباب پر بھروسا کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر دل سے اعتماد رکھنا۔

۳ ... صحت و تندرستی میں نفلی عبادات میں رغبت رکھنا۔

۴ ... دنیا چھوٹ جانے پر بھیک مانگنے اور شکوہ و شکایت کرنے کے بجائے صبر کرنا۔

۵ ... کسی چیز کے پائے جانے کے باوجود استعمال کے وقت تمیز رکھنا۔

۶ ... ساری مشغولیات ترک کر کے ذکر اللہ میں مشغول رہنا۔

۷ ... تمام اذکار کے مقابلے میں ذکرِ خفی کرنا۔

۸ ... وساوس کے باوجود اِخلاص پر ثابت قدم رہنا۔

۹ ... شک کے باوجود یقین کو متزلزل نہ ہونے دینا۔

۱۰... اضطراب و وحشت کے وقت اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو کر سکون حاصل کرنا۔

پس جس شخص میں یہ صفات پائی جائیں وہ صوفی کہلانے کا مستحق ہے ورنہ وہ جھوٹا ہے۔“ (5)

حدیث کی روشنی میں لفظ صوف کی تحقیق:

چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ایک پورا باب موجود ہے جس کا نام ہی لبس الصوف ہے اس باب میں متعدد احادیث ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ: "خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم وعلیہ جبة رومية من صوف" یعنی ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف لائے اور آپ نے صوف کا بنا ہو ارومی جبہ پہن رکھا تھا۔(6)

اسی طرح صحیح بخاری میں بھی کتاب اللباس میں ایک باب قائم کیا گیا ہے جس کا نام ہے" لبس جبة الصوف فی الغزو "اس باب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور آپ نے صوف کا جبہ پہن رکھا تھا۔

"وعلیہ جبة من الصوف "(7)

اس مادہ کے اعتبار سے سادگی اور بے تکلفی کو اختیار کرنا صوفی کا خاصہ ہو گا۔

اگر یہ لفظ صفہ سے بنا ہو تو" صفہ والے "کو صفوی کہا گیا اور پھر یہ ثقالت کی وجہ سے صوفی بنا جس طرح آج کل مدینہ شریف والے قبا کو قوبا کہہ رہے ہیں۔

اب اصحاب صفہ علیہ الرضوان کے احوال اور گزر بسر پر ایک نظر کر کے سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک صوفی کس طرح کی سیرت کا مالک ہوتا ہے،اصحاب صفہ وہ لوگ تھے جو اپنا گھر بار چھوڑ کر روحانی تربیت کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وخدمت میں رہا کرتے تھے ان کی رہائش گاہ صفہ نامی چبوترہ تھا جو کہ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شمال میں تھا اور مسجد شریف کے ساتھ متصل تھا ان کا کھانا پینا لباس وغیرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمے لے رکھا تھا فقر کے عالم میں ان کا کھانا اور لباس وغیرہ نہایت مختصر اور سادہ تھا اور یہ لوگ ہما وقت مجاہدے میں مصروف رہتے تھے ان لوگوں کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی آج کل جس طرح صوفیائے کاملین کے آستانوں پر کچھ لوگ مستقل رہتے ہیں اور کچھ آتے جاتے رہتے ہیں تقریبا یہ اسی سنت کا انعکاس ہے۔

قرآن مجید میں انہیں فقراء کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے:

جیسا کہ فرمایا "لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ" (8)

ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے، نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام بغوی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وهم اصحاب الصفة" اس آیت میں فقراء سے مراد اصحاب صفہ ہیں۔ (9)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ:

"وهم اهل الصفه وكانو انحوا من اربع مائة رجل وذلك انهم كانو ايقدمون فقراء على رسول الله وما لهم اهل ولا مال فبنيت لهم صفة في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيل لهم اهل الصفة"(10)

یعنی یہ لوگ اہل صفہ تھے جو چار سو کے قریب تھے یہ فقراء تھے جو رسول اللہ صلی ال نیم کے پاس آتے تھے ان کے پاس نہ گھر تھا نہ مال تھا ان کے لیے مسجد نبوی شریف میں چبوترا تعمیر کیا گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں اہل صفہ کہا جاتا تھا۔

"عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال رايت سبعين من اصحاب الصفة ما منهم رجل عليه رداء اما ازار و اما كساء قد ربطوا في اعناقهم فمنها ما يبلغ نصف الساقين ومنها ما يبلغ الكعبين ويجمعه بيده كراهية ان ترى عورته"(11)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے ستر افراد کو دیکھا ہے ان میں سے کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں تھا جس کے ساتھ مکمل لباس ہو یا صرف تہبند ہوتا تھا یا صرف اور اوڑھنی ہوتی تھی جسے انہوں نے اپنی گردن کے ساتھ گرادی ہوئی ہوتی تھی۔

ان میں سے کچھ چادریں آدھی پنڈلی تک ہوتی تھی اور ان میں سے کچھ چادریں ٹخنوں تک ہوتی تھیں پھر وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر رکھتے تھے تا کہ کھل نہ جائیں اور بے پردگی نہ ہو یہ لوگ کثرت سے ذکر کرتے تھے اور اللہ کریم جل شانہ نے اپنے حبیب کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو وقت دیا کریں اور انہیں اپنی نگاہ رحمت میں رکھیں۔

چنانچہ فرمایا:

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ"(12)

یعنی اے محبوب اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس روکیے جو اپنے رب کو صبح شام یاد کرتے ہیں اللہ کی رضا چاہتے ہیں ان سے اپنی نگاہیں مت ہٹائیے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام بغوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"قال قتادة نزلت في اصحاب الصفة و كانو اسبعين مائة رجل فقراء في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يرجون الى تجارة ولا الى زرع ولا ضرع يصلون صلاة وينتظرون اخرى فلما نزلت هذه الايه قال النبي صلى الله عليه وسلم الحمد لله الذي جعل في امتي من امرت ان اصبر نفسي معهم "(13)

یعنی حضرت قتادہ تابعی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی جو سات سو کے قریب افراد تھے نہ ہی تجارت کی طرف لوٹتے تھے نہ ہی زراعت کی طرف نہ ہی مویشیوں کی طرف ایک نماز پڑھ لیتے تو دوسری کا انتظار کرتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کے پاس ٹھہرنے کا مجھے حکم ہوا۔

حوالہ جات

(1)الحاج مولوی فیروزالدین " فیروز الغات" ص:867، (نیاایڈیشن 2010)

(2)داتاگنج بخش ھجویری "کشف المحجوب"باب 3ص:119(ضیاء القرآن پبلی کیشنزلاہور)

(3)احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیب،احسنی الانجری 1160ھ،ص:6" ایقاظ الھم فی شرح الحکم " (ناشر دار الکتب العلمیہ)

(4)شیخ عبد القادر عیسی " الحقائق عن التصوف"ص:23 (ناشر مؤسسرۃ الکتب الثقافیۃ)

(5)حلیۃ الاولیاء(ترجمہ اللہ والوں کی باتیں)جلد 1،ص:73(ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

(6)امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ "سنن ابن ماجہ" حدیث: 3663 (دار السلام للنشر والتوزیع الریاض)

(7)امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری" صحیح بخاری حدیث: 5799(دار الکتب العلمیہ،بیروت 1419ھ)

(8) قرآن مجید البقرۃ آیت 2 : 273

(9)امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی " معالم التنزیل"جلد 1 صفحہ 296(سنۃ نشر1409ھالناشر دار طیبۃ)

(10)ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری قرطبی " احکام القرآن"جلد 3 صفحہ 322(الناشر موسسۃ الرسالۃ سنۃ النشر2006)

(11)امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری" صحیح بخاری "حدیث: 442(دار الکتب العلمیہ،بیروت 1419ھ)

(12) قرآن مجید الکھف18 : 28

(13)تفسیر بغوی جلد 3 صفحہ 27(دار عالم کتب ریاض2006)

فصل دوم

تصوف کی اصطلاحی تعریف:

قَالَ القَاضِي شَيْخُ الإِسْلَامِ زَكَرِيَّا الْأَنْصَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى:

"التَّصَوُّفُ عِلْمٌ تُعْرَفُ بِهِ أَحْوَالُ تَزْكِيَةِ النُّفُوسِ، وَتَصْفِيَةُ الأَخْلَاقِ وَتَعْمِيرُ الظَّاهِرِ وَالبَاطِنِ لِنَيْلِ السَّعَادَةِ الأَبَدِيَّةِ" (1)

تصوف ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے ظاہر و باطن کی تعمیر اور اخلاق کی بہتری اور تزکیہ نفس کے احوال جانے جائیں تاکہ سعادت دارین حاصل کی جاسکے۔

وَيَقُولُ الشَّيْخُ أَحْمَدُ زَرُّوقٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى:

"التَّصَوُّفُ عِلْمٌ قَصَدَ لِإِصْلَاحِ القُلُوبِ، وَإِفْرَادِهَا اللهَ تَعَالَى عَمَّا سِوَاهُ. وَالفِقْهُ لِإِصْلَاحِ العَمَلِ، وَحِفْظِ النِّظَامِ، وَظُهُورِ الحِكْمَةِ بِالأَحْكَامِ. وَالأُصُولُ عِلْمُ التَّوْحِيدِ لِتَحْقِيقِ المُقَدِّمَاتِ بِالبَرَاهِينِ، وَتَحْلِيَةِ الإِيمَانِ بِالإِيقَانِ، كَالطِّبِّ لِحِفْظِ الأَبْدَانِ، وَكَالنَّحْوِ لِإِصْلَاحِ اللِّسَانِ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ" - (2)

علم تصوف قلوب کی اصلاح کے قصد کا نام ہے اور قلوب کو اللہ تعالی کے لئے خالص کر لینا ہے ماسوا غیر کے، اور فقہ اعمال کی اصلاح اور محافظت کا نام ہے اور احکام کے ذریعے حکمتوں کو ظاہر کرنا ہے اور اصول علم توحید ہے مقدمات کو براھین کے ساتھ پائے جانے کے لئے اور علم توحید ایمان کو یقین کے ساتھ مزین کرنا ہے جیسا کہ علم طب بدن کی حفاظت کے لئے اور علم نحو زبان کی غلطیوں کو دور کرنے کے لئے ہے۔

قَالَ سَيِّدُ الطَّائِفَةِ الإِمَامُ الجُنَيْدُ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى:

"التَّصَوُّفُ اسْتِعْمَالُ كُلِّ خُلُقٍ سَنِيٍّ، وَتَرْكُ كُلِّ خُلُقٍ دَنِيٍّ" (3)

تصوف ہر اچھی عادت کو اپنانے اور ہر بری عادت کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ:

"التَّصَوُّفُ كُلُّهُ أَخْلَاقٌ، فَمَنْ زَادَ عَلَيْكَ بِالأَخْلَاقِ زَادَ عَلَيْكَ بِالتَّصَوُّفِ" (4)

تصوف سراسر ادب واخلاق کا نام ہے جو تجھ پر اخلاق میں جتنا بڑھ گیا وہ تجھ پر تصوف میں اتنا ہی بڑھ جائے گا۔

وَقَالَ أَبُو الحَسَنِ الشَّاذِلِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى:

"التَّصَوُّفُ تَدْرِيبُ النَّفْسِ عَلَى العُبُودِيَّةِ، وَرَدُّهَا لِأَحْكَامِ الرُّبُوبِيَّةِ" (5)

تصوف نفس کو بندگئ خدا کے لئے تیار کرنے اور احکام ربوبیت کی پیروی کے لئے آمادہ کرنے کا نام ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَجِيبَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى:

"التَصَوُّفُ: هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ كَيْفِيَّةُ السُّلُوكِ إِلَى حَضْرَةِ مَلِكِ الْمُلُوكِ، وَتَصْفِيَةُ البَوَاطِنِ مِنَ الرَّذَائِلِ، وَتَحْلِيَتِهَا بِأَنْوَاعِ الفَضَائِلِ، وَأَوَّلُهُ عِلْمٌ، وَوَسْطُهُ عَمَلٌ، وَآخِرُهُ مَوْهِبَةٌ"(6)

تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعے سلوک کی کیفیات سے بادشاہوں کے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضری کا طریقہ جانا جائے، اور باطن کو رذائل سے پاک کرنا، نفس کو مختلف فضائل سے (مزین) آراستہ کرنا، اس کی ابتداء علم ہے، اس کا وسط عمل ہے اور اس کا آخر انعام الہی ہے۔

وَقَالَ صَاحِبُ كَشْفِ الظُّنُونِ:

"هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ كَيْفِيَّةُ تَرَقِّي أَهْلِ الكَمَالِ مِنَ النَّوْعِ الإِنْسَانِ فِي مَدَارِجِ سَعَادَاتِهِمْ"

الی ان قال:

نوع انسانی میں سے صاحب کمال لوگوں کا سعادتوں کے درجات میں ترقی کرنے کی کیفیت کے علم کا نام علم تصوف ہے۔۔۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا:

علمُ التَّصَوُّفِ عِلْمٌ لَيْسَ يَعْرِفُ

علم تصوف وہ علم ہے جسے نہیں جانتا

إِلَّا أَخُو فِطْنَةٍ بِالحَقِّ مَعْرُوفُ

مگر وہ جو مشہور و معروف ہو حق کے ساتھ معاملات میں

وَلَيْسَ يَعْرِفُهُ مَنْ لَيْسَ يَشْهَدُهُ

اور کیسے اسے جان سکتا ہے وہ شخص جس نے اسے دیکھا ہی نہ ہو

وَكَيْفَ يَشْهَدُ ضَرٌّ الشَّمْسِ مَكْفُوفُ (7)

اور بند آنکھوں سے کوئی شخص کیسے سورج کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔

وَقَالَ الشَّيخُ زَرُوقٍ فِي قَوَاعِدِ التَّصوفِ:

"وَقَد حُدَّ التَّصَوُّفُ وَرُسِم وَفُيّة بِوُجُوهٍ تَبلُغُ نَحوَ الأَلفَينِ، مَرجِعُ كُتِهَا لِصِدقِ التَّوَجُهِ إِلَى اللهِ تَعَالَى، وَإِنَّمَا هِيَ وُجُودفيهٌ"(8)

اور آخر میں شیخ احمد زروق قواعد تصوف میں فرماتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف کی بہت سی حدیں رسوم اور تفسیریں جو کہ دو ہزار کے قریب ہیں بیان کی گئی، لیکن سب کا مرجع صدق ہی ہے جو کہ اللہ تعالی کی توجہ کا مرکز ہے، اور ان سب میں یہی وجہ ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن سراج طوسی رحمتہ اللہ تعالی علیہ:

تصوف اور صوفی کے لباس کی وجہ تسمیہ کے حوالہ سے اپنی کتاب (اللمع فی تاریخ التصوف الاسلامی) میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ سوال کر دے کہ اصحاب حدیث کو تم حدیث کی طرف منسوب کرتے ہو اور فقہاء کو فقہ سے نسبت دیتے ہو لیکن یہ صوفی کو صوفیہ کہتے ہو اس کے کسی حال یا علم کی طرف منسوب کر کے کوئی اور نام کیوں نہیں دے دیتے جبکہ زاہد کو زہد سے نسبت ہے متوکل کو توکل کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے اور صابر کو صبر کی طرف منسوب کیا گیا ہے تو صوفیہ کو صوفی نام کیوں دیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صوفیا کسی ایک چیز کا علم نہیں رکھتے نہ ہی ان کے کسی ایک حال یا مقام کا الگ نام رکھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ لوگ تمام علوم کے جامع ہوتے ہیں ان کے ہاں ہر پسندیدہ حال موجود ہوتا ہے پھر یہ اللہ کریم کے ہاں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں ہمیشہ اگلے مراتب حاصل کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں اور جب واقعتاً ایسا ہے تو پھر ان کا کوئی ایک نام کیسے رکھا جا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کے کسی ایک حال کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا اور نہ ہی انہیں ان کے کسی ایک علم کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ اگر میں ہر وقت ان کے کسی غالب حال خلق علم اور کسی عمل کی طرف منسوب کرو اور کوئی نام رکھ دوں تو یہ بات لازماً سامنے آئے گی کہ ہر وقت میں ان کے نئے سے نیا نام رکھتا جاؤں گا اور جو حالت غالب ہوتی جائیگی اس کے مطابق نیا نام رکھتا چلا جاؤں گا، ہاں البتہ میں نے ان کی نسبت ظاہری لباس کی طرف کر دی ہے کیوں کہ صوف پہننا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور یہی صوفیاء کی بھی علامت ہے اور اس کا ذکر بھی بہت سی روایات میں آتا ہے جیسا کہ جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، اگرچہ یہ ایک گول مول عام سا نام ہے جس سے صوفیاء کے کام واخلاق ستھری وپسندیدہ حالتوں کا پتہ چل جاتا ہے، جیسا کہ اللہ نے حضرت عیسی علیہ السلام کے مخصوص ساتھیوں کے ایک گروہ کا نام بتاتے ہوئے ان کے ظاہری لباس کا لحاظ فرمایا اور ارشاد فرمایا اذقال الحواریون یعنی جب حواریوں نے کہا کیوں کہ آپ کے ساتھ سفید لباس پہنتے تھے چنانچہ اللہ نے لباس ہی کی بناء پر انہیں اس سے منسوب کر دیا ان کے کسی علم یا عمل یا حال کی طرف منسوب نہیں کیا حالانکہ یہ تمام صفات بھی ان میں پائی جاتی تھی چنانچہ چنانچہ صوفی یا صوفیہ کا لفظ بھی میرے نزدیک ایسا ہی ہے واللہ اعلم۔(9)

صاحب کتاب التعرف لمذہب اہل التصوف میں امام ابو بکر کلاباذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وقالت طائفة:

"انما سمیت الصوفیة صوفیة لصفاء اسرارها اتفاء آثارها"

ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ انہیں ان کے باطن کی صفائی اور باطن کے آثار کی پاکیزگی کی وجہ سے صوفی کہا گیا ہے۔

وقال بشر بن الحارث:

"الصوفی من صفا قلبه الله تعالی"

صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ کی خاطر پاک و صاف ہو۔

وقال:

"الصوفی من صفت الله معاملة نصفت له من الله عز وجل کرامته" (10)

صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اللہ کی خاطر پاک ہو پھر اللہ کی طرف سے اسے یہ انعام ملا ہو کہ اللہ کے ہاں اس کی بزرگی بھی پاکیزہ ہو۔

وقال قوم:

"انما سموا صوفیة لانهم في الصف الاولی بین یدي الله عز وجل بارتفاع هممهم الیه واقبالهم بقلوبهم علیه و وقوفهم بسرائرهم بین یدیه"

ایک گروہ کہتا ہے کہ انھیں صوفی اس لیے کہا گیا ہے کہ اللہ عز وجل کے حضور میں پہلی صف میں ہیں یہ ان کی ہمتیں بلند ہو کر اللہ کی طرف چلی جاتی ہیں یہ اپنے دل سے اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ کے حضور میں اپنے باطن کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

وقال قوم:

"انما سموا صوفیة لقرب اوصافهم من اوصاف اهل الصفة الذین کانوا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم "

ایک گروہ کہتا ہے ان کا صوفی نام اس لیے پڑ گیا کہ ان کے اوصاف اہل صفہ کے اوصاف سے ملتے جلتے ہیں جو کہ عہد رسالت مآب صلی علیہ وسلم میں تھے۔

وقال قوم:

"انما سموا صوفیة للبسهم الصوف"

ایک اور گروہ کہتا ہے انہیں صوف پہنے کی وجہ سے صوفی کہا گیا۔

وقال السری سقطی رحمہ اللہ:

"ووصفهم فقال اكلهم اكل المرضى ونومهم نوم الغرقا وكلامهم كلام الخرقا ومن تخليهم عن الاملاك سموا فقراء"(11)

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالی علیہ یوں تعریف فرماتے ہیں ان کی خوراک مریضوں کیسی ہے اور نیند ان لوگوں کیسی ہے جو ڈوب رہے ہوں اور گفتگو بے وقوفوں کیسی چونکہ یہ ہر قسم کی چیز کی مملکت سے علیحدگی اختیار کر چکے ہوتے ہیں اس لیے انھیں فقراء کہا گیا۔

وقال بعضهم من الصوف:

"قال الذي لايملك والايملك، يعنى لا يسترقه الطبع، وقال الآخر هو الذي لايملك شيئا وان ملكه بذله"

کسی سے سوال کیا گیا کہ صوفی کی تعریف کیا ہے؟ جواب دیا کہ جو نہ تو کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک، بالفاظ دیگر کے دنیاوی حرص و طمع نے اسے اپنا غلام نہ بنا رکھا ہو، ایک اور کا قول ہے کہ صوفی وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور اگر مالک بنے تو اسے خرچ کر ڈالے۔

وقال الحسن البصري:

"وكان عيسى عليه السلام يلبس الشعر ويأكل من الشجرة ويبيت حيث امسى"(12)

وقال الحسن البصري علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسی بالوں کا بنا ہوا لباس پہنتے تھے درخت کے پتے ان کی خوراک تھی اور جہاں شام ہو جاتی وہی رات گزار دیتے۔

وقال ابو موسی رحمہ اللہ تعالی:

"كان النبي صلى الله عليه وسلم يلبس الصوف ويركب الحمار ويأتي مدعاة الضعيف " (13) قال الحاكم ہذا حديث صحيح على شرط الشيخين

حضرت ابو موسی رحمتہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پشم کا لباس پہنتے تھے حمار شریف پر سواری فرماتے اور کمزور لوگوں کی دعوت پر تشریف لے جاتے تھے۔

وقال الحسن البصری:

"لقد ادركت سبعين بدريا ماكان لباسهم الا الصوف" (14)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں میری ان ستر صحابہ سے ملاقات ہوئی جنھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اور جن کا لباس اون کا تھا۔

اب جنھوں نے صفہ کو صوفی کی طرف منسوب کیا ہے انہوں نے ان کی ظاہری حالت کو بیان کیا ہے اس طرح کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کو ترک کیا وطن سے نکلے اور دوستوں سے جدا ہوئے اور دنیا میں سیاحت کی جگر کو بوکھار کھابدن کو نگار کھا انہوں نے دنیاوی اشیاء میں سے صرف اس قدر لیا جس کا ترک کرنا جائز نہیں مثلا ستر عورت اور صرف اس قدر کھایا کہ بھوک کی شدت دور ہو جائیں اپنے وطن سے نکلنے کی وجہ سے یہ لوگ غریب الوطن کہلائے اور کثرت سفر کی وجہ سے سیاح نام پڑا اور اہل شام انہیں جوعیہ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ لوگ صرف اسی قدر کھانا کھاتے ہیں جس سے ضرورت کے مطابق کمر سیدھی رکھ سکیں ۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " بحسب ابن آدم اکلات یقمن صلبه" (15) وقال الترمذی حسن صحیح

یعنی ابن آدم کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھ سکیں ۔

<u>وقال بندار بن الحسن:</u>

"الصوفي من اختاره الحق لنفسه كصافاه وعن نفسه بر أه ولم يرده الي تعمل و تكلف بدعوى"

حضرت بندار بن حسین فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جسے حق تعالی نے اپنی ذات کے لیے منتخب کر کے اس سے دوستی کر لی ہو اور اسے اپنے نفس سے بیزار کر دیا ہو پھر اسے اللہ تعالی ایسی حالت میں نہ چھوڑے کہ وہ لوٹ کر اپنے اعمال کو بتکلف کرے یا کسی دعوے کی تکلیف اٹھائے۔

<u>وقال ابو علی الروزباری:</u>

"سئل عن الصوفی فقال من لبس الصوف علی الصفاء و اطعم الهوی ذوق بجفاء و کانت الدنیا منه علی القفا وسلك منهاج المصطفی" (16)

حضرت ابو علی روزباری سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا صوفی وہ ہے جس نے پاک باطنی سے صوف پہنا اپنی خواہشات کو جفا کا مزہ چکھایا اور دنیا کو پس پشت ڈالا اور مصطفیٰ (جان رحمت ﷺ) کی راہ پر چلا۔

<u>و سئل سهل بن عبد الله التستری من الصوفی:</u>

"فقال من صفا من الکدر و املأ من الفکر و انقطع الی الله من البشر و استوی عنده الذهیب و المدر"

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا صوفی کون آپ نے فرمایا جو ہر قسم کے میل کچیل سے پاک ہو ہمہ تن غور و فکر میں مگن ہو اور اس کے سامنے سونا اور مٹی ایک جیسے ہوں۔

وسئل ابو الحسن النوری:

"ما التصوف فقال ترك كل حظ للنفس"

حضرت ابوالحسن النوری علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے فرمایا تمام حظوظ نفس کو ترک کر دینا۔

وقال ابو الحسن نوری رحمہ اللہ تعالیٰ:

"لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنہ اخلاق"

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تصوف رسوم وعلوم کا نام نہیں بلکہ وصف واخلاق کا نام ہے۔

وسئل الجنید ابغدادی عن التصوف فقال:

"التصوف تصفية القلب عن موافقة البرية ومفارقة الأخلاق الطبعية وإخماد الصفات البشرية ومجانبة الدواعي النفسانية ومنازلة الصفات الربانية والتعلق بعلوم الحقيقة واتباع الرسول في الشريعة"

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ تصوف مخلوق کی موافقت کرنے سے دل کو پاک رکھنا طبعی اخلاق سے علیحدگی اختیار کرنا بشری صفات کو بجھا دینا نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا روحانی نفوس سے میل جول رکھنا علوم حقیقی سے تعلق رکھنا اور ر لحظہ ایسے امور کا کرنا جو اولی اور افضل ہو تم امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرنا حقیقی ہر طور پر اللہ سے وفا کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تابعداری کرنا ہے۔

وقال یوسف بن الحسین:

"لکل امۃ صفوۃ وھم ودیعۃ اللہ الذین اخفاھم عن خلقہ فإن یکن منھم فی ھذہ الامۃ فھم الصوفیۃ" (17)

حضرت یوسف بن حسین فرماتے ہیں ہر امت میں برگزیدہ لوگ ہوتے ہیں اور یہ لوگ اللہ کی امانت ہوتے ہیں جنہیں اللہ نے مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہوتا ہے اگر اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ صوفی ہیں۔

معروف الکرخي وقد عرفہ بما یلي:

"التصوف الأخذ بالحقائق واليأس مما في أيدي الخلائق" (18)

حضرت معروف کرخی اسی وجہ سے جانے جاتے ہیں کہ تصوف ان حقائق اور مایوسی کو جاننے کا نام ہے جو لوگوں کے ہاں ہیں۔

وقال محمد بن عمر بن احمد مقری رحمہ اللہ تعالیٰ:

"التصوف استقامۃ الاحوال مع الحق"

حضرت محمد بن عمر بن احمد مقری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ احوال کی استقامت کا نام تصوف ہے۔

یہاں داتا صاحب علیہ رحمہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صوفی کے احوال کسی اور کے ہاتھوں سے نہ لیں گے اور نہ وہ کسی کا جزوی میں مبتلا ہو گا اس لئے کہ جس کا دل کرے جس سے احوال سے محفوظ ہو وہ درجہ استقامت سے نہیں گر تا وہ نا حق تعالی سے دور رہتا ہے۔(19)

تصوف کامل اتباع شریعت ہے:

انہی نکات کی بناء پر میں (راقم) اسلامی تصوف کی تعریف یہی کر سکتا ہوں کہ اسلامی تصوف معرفت الٰہیہ کے حصول کا وہ ذریعہ ہے جس میں صوفی بواسطہ شیخ خدا سے براہ راست روحانی رہنمائی حاصل کر تا ہے۔ وہ ظاہری اور باطنی اخلاق حسنہ کو اختیار کر تا ہے اور شریعت محمدی ﷺ کی اتباع کو اپنا شعار بناتا ہے، اسلامی تصوف کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے دور رسالت مآب ﷺ میں سب سے پہلے اسے احسان کا نام دیا گیا۔ احسان سے مراد ہے حسن اخلاق، کیونکہ صوفیاء حسن اخلاق کی تلقین کرتے تھے۔ اس لئے اسے احسان کہا گیا ہے۔

فقر:

تصوف کو فقر بھی کہا گیا ہے۔ فقر کے معنی ہیں غربت، اصطلاحاً اس سے مراد ہے جب دنیا کی ہوس جاہ اور حرص دولت سے گریز اختیار کرنا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔"الفقر فخری "کہ فقر میرا فخر ہے۔ اس نسبت سے تصوف کو فقر کہا گیا۔

سلوک:

تصوف ایک روحانی سفر ہے جس میں صوفی مختلف احوال و مقامات سے گزرتا ہے، اور روحانی مدارج اور منازل طے کرتا ہے۔ اس روحانی سفر کی نسبت سے تصوف کو سلوک کا نام دیا گیا۔

طریقت:

تصوف معرفت الٰہیہ کے حصول کا ایک طریقہ ہے۔ ایک عملی راستہ ہے، جس سے ہم تربیت حاصل کر کے عرفان الٰہی کی منزل حاصل کرتے ہیں، اسی مناسبت سے اسے طریقت بھی کہا گیا۔

درویشی:

اردو اور فارسی میں صوفی کے لئے درویش کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ اس لئے تصوف کو درویشی بھی کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات درویشی سے مراد فقر وزہد لیا جاتا ہے اور بعض اوقات اسے تصوف کے ہم معنی سمجھا جاتا ہے، اس لئے درویشی علمی اصطلاح نہیں بن پائی۔ بہر حال تصوف کے لئے یہ لفظ بھی عام بول چال میں مروج ہے۔ سلطان باہو نے اپنی تصنیفات میں درویشی کا لفظ بکثرت استعمال کیا ہے۔ تصوف ایک جامع علمی اصطلاح ہے۔ معرفت، تزکیہ نفس، احسان، فقر، زہد، سلوک، طریقت اور درویشی تصوف کے مختلف پہلو ہیں۔ تصوف ایک جامع علمی اصطلاح ہے۔ جو ان تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ ایک باضابطہ علم کے لئے مندرجہ بالا تمام ناموں کی نسبت تصوف زیادہ مناسب اور موزوں نام ہے۔ تصوف کا صوتی تاثر کچھ ایسا ہے کہ اس کے نام سے ہی ایک مضبوط علم کا گمان ہو تا ہے. اور لفظ تصوف اسلامی سے اس کی تخصیص بھی ہو سکتی ہے۔

حوالہ جات

(1) ابي القاسم القشيري متوفي 465ھ "علی ھامش الرسالۃ القشیریہ: ص 7 (دار الکتب بیروت)

(2) شیخ احمد شہاب الدین احمد بن احمد بن محمد بن عیسی البرانسی زروق 899ھ "قواعد التصوف" ص: 13 (المرکز العربي للکتاب الشارقۃ)

(3) شیخ مصطفی المدنی "النصرۃ النبویۃ" ص: 22 (دار الکتب بیروت)

(4) حوالہ مذکورہ ص: 22

(5) علامہ حامد صقر "النور التحقیق" ص: 93

(6) احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیبہ الحسنی الانجری 1160ھ معراج التشوف الی حقائق التصوف ص: 4 (مرکز التراث الثقافي المغربي الدار البیضاء)

(7) علامہ حاجي خلیفہ متوفی 1067ھ "کشف الظنون" ج: 1 ص: 413-414

(8) قواعد التصوف" ص: 3

(9) ابی النصر عبد اللہ بن علی السراج الطوسی "اللمع في تاریخ التصوف الاسلامي" باب: 10، ص 40 (الناشر دار الکتب الحدیث مصر)

(10) امام ابو بکر محمد البخاري الکلاباذی "کتاب التعرف لمذھب اھل التصوف" ص: 55 (الناشر مکتبۃ الخانجي بالقاھرۃ)

(11) ایضا: ص 57 -- (12) ایضا: ص 60 --- (13) ایضا: ص 61 --- (14) ایضا: ص 62

(15) سنن ترمذی حدیث: 2380، ابن ماجہ حدیث: 3349، نسائی فی سنن الکبری حدیث: 6769، احمد حدیث: 17186

(16) کتاب التعرف ص: 76

(17) ایضا: ص 77

(18) اللمع في تاریخ التصوف الاسلامی باب: 7، ص 28،

(19) کشف المحجوب باب 3 ص: 135 (ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

باب دوم

مبادیات تصوف

فصل اول

تصوف کی بنیادی خصوصیات:

تصوف کی خصوصیات تصوف اپنے باطن کی اصلاح اور ظاہر شریعت پر مکمل عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ تصوف کا ارتقاء ایک باضابطہ فن کی حیثیت سے ہوا تھا اس لئے تصوف کی کچھ بنیادی خصوصیات ہیں اور کچھ ایسے اوصاف ہیں جن کی بنا پر تصوف کو ہر زمانے میں امتیاز حاصل رہا ہے۔ صوفیا نے تصوف کی حقیقت اور اس کے اوصاف مختلف طریقوں سے بیان کئے ہیں۔

حضرت رویم بن احمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

تصوف کی بنیاد تین عناصر پر کھڑی ہوئی ہے "فکر و افتقار کو مضبوط پکڑنا، بذل و ایثار کے ساتھ متصف ہونا، اور کسی چیز سے تعرض کرنے یا کسی چیز کے اختیار کرنے کو ترک کر دینا"۔ (1)

(راقم) مندرجہ بالا فصل میں مختلف اقوال کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ تصوف صوفیا کے ایک عمل اور ایک منہاج کا نام ہے، اس کا تعلق زیادہ فکر و خیال نہیں ہے بلکہ تصوف کا تعلق عمل اور نیت سے ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے ایک منزل پر فکر و تصورات بھی تصوف کا موضوع ہو سکتے ہیں یا ہوتے ہیں یہاں تک کہ صوفیا کے کچھ حلقوں میں عرفان، مشاہدہ اور غیبی حقائق کے اظہار کی بات بھی کہی جاتی رہی ہے۔ بہر حال یہ تصوف کا عمومی میں رنگ نہیں ہے بلکہ تصوف کا عمومی رنگ عمل ہے اور عمل کے ساتھ ساتھ باطنی کیفیات مثلاً خلوص نیت کی اس میں خاص اہمیت تسلیم کی جاتی ہے۔

نامی گرامی صوفیائے کرام کے یہاں صوفیا کے مکاشفات اور مشاہدات کا ذکر بہت کم ہے بلکہ ان کا پورا زور اس بات پر ہے کہ تصوف دراصل انسان کی تربیت اور اس کے اندر باطنی صفات پیدا کرنے کا نام ہے جو روحانیت سے پُر ہوں، تصوف ایسے ذکر کا نام ہے جس کے ساتھ فکر وابستہ رہے، ایسے عمل خالص کا نام ہے جس میں رِیا یا دکھلاوے کا شائبہ بھی نہ ہو، ایسی عبادت و بندگی کا نام ہے جس میں نفسانی خواہشوں سے کلی طور پر پرہیز ہو، یعنی بندہ مکمل طور پر اپنے خالق کا مطیع و فرمانبردار ہو جائے اور اس کی تمام حیات باقی اس طریقے کی پیرو رہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا دراصل یہی تصوف کی بنیادی خصوصیات ہیں جن سے آج بھی تصوف کو پہچانا جانا چاہیے۔ حضرت شیخ جنید بغدادی نے تصوف کے ذریعے حاصل ہونے والے فائدے کا ذکر کرتے ہوئے خلوص عمل اور پیروی شریعت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔

صوفیائے کرام کے یہاں اتباع رسول ﷺ کی بنیادی اور کلیدی اہمیت ہے یہاں تک کہ شریعت محمدیہ کو چھوڑ کر کوئی شخص راہ سلوک پر قائم نہیں رہ سکتا، بلکہ تصوف کی شرط اول اتباع شریعت ہے اور صوفیا نے نہایت ہی تفصیل سے بتایا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو میں سب سے زیادہ اہم شریعت کی پیروی یعنی اتباعِ شریعت ہے۔ عبادات سے لے کر اکل حلال تک تمام چیزیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں ان کو ترک کر کے کوئی اور راستہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

حضرت سید علی بن عثمان جلابی المعروف حضور داتا گنج بخش ہجویری رحمہ اللہ تعالی اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب میں سید الطائفہ حضرت سید نا جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیادی خصوصیات آٹھ ہیں:

(1) سخاوت (2) رضا (3) صبر (4) اشارہ (5) غربت (6) گدڑی لباس (7) سیاحت (8) فقر

یہ آٹھ خصلتیں آٹھ انبیائے کرام علی نبینا و علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہیں۔ چنانچہ

سخاوت:

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے راہِ خدا میں اپنے جگر گوشہ کی قربانی دینے سے بھی گریز نہ کیا۔

رضا:

حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے رب کی رضا کے لیے اپنی جانِ عزیز کو بھی بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دیا۔

صبر:

حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے بے انتہا مصائب پر صبر کا دامن نہ چھوڑا اور اپنے رب کی آزمائش پر ثابت قدم رہے۔

اشارہ:

حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کی سنت ہے۔ کیونکہ رب تعالی نے ان سے ارشاد فرمایا۔

"اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا" (2)

تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا" (3)

جب اسنے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

غربت:

حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی سنت ہے کہ انہوں نے اپنے وطن میں بھی مسافروں کی طرح زندگی بسر کی اور خاندان میں رہتے ہوئے بھی اپنوں سے بیگانہ رہے۔

گدڑی یعنی صوف کالباس:

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے جنہوں نے سب سے پہلے "صوف "یعنی پشمینی لباس زیب تن فرمایا۔

سیاحت:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے جنہوں نے تنہا زندگی گزاری اور ایک پیالہ و کنگھی کے سوا کچھ بھی پاس نہ رکھا۔ بلکہ ایک مرتبہ کسی کو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیتے دیکھا تو پیالہ بھی توڑ دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔

فقر:

محسن کائنات، فخر موجودات ﷺ کی سنت ہے جنہیں رُوئے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عنایت فرمائی گئیں مگر آپ نے بار گاہِ خداوندی میں عرض کی: اے خدا! میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوؤں تو دو روز فاقہ کروں۔ (4)

اس بحث کے بعد مختصر تصوف کی خصوصیات یا بنیادی اوصاف کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ صوفی ایسا شخص ہے جو نہ صرف پورا کا پورا خوبیوں کا مجموعہ بن جائے بلکہ اس کی کیفیت ایسی ہو جائے کہ اگر برائیاں بھی اس سے منسوب کی جائیں تو وہ خوش نصیب خوبیوں کے ساتھ ہی پیش آئے، اگر اس کو برا بھلا کہا جائے تو وہ تو بھی اس کی طرف سے بھلائی کا رویہ ہی سامنے آئے۔

حضرت شیخ جنید بغدادی نے فرمایا کہ "صوفی کی مثال زمین جیسی ہے کہ اس میں قبیح (بری) چیزیں ڈالی جاتی ہیں لیکن اس سے جو کچھ بر آمد ہوتا ہے وہ بہترین غذا ہوتی ہے، یا پھر اس کی مثال اس زمین کی سی ہے جس کو نیک اور بد سب روندتے ہیں لیکن وہ سب کی خواہشات کو پورا کرتی ہے یا اس کی مثال بادل کی سی ہے جس کا پانی سب کو سیر اب کرتا ہے"۔ (5)

مذکورہ صفات اگر کسی مرد مومن میں پائی جاتی ہیں تو وہ صوفی ہے اگر وہ ان وصفوں سے عاری ہے تو سمجھ لیا جائے کہ وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن کم سے کم صوفی نہیں ہو سکتا۔

<u>تصوف کے بنیادی ارکان:</u>

"حضرت سیدنا امام حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی علیہ رحمہ فرماتے ہیں"

حقیقی تصوف کی بنیاد چار ارکان پر ہے:

(1) اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء صفات و افعال کی معرفت۔

(2) نفس، اس کی برائیوں اور ان برائیوں کی طرف لے جانے والے اسباب کی معرفت نیز دشمن (یعنی شیطان) کے وساوس، مکر و فریب اور گمراہیوں کی معرفت۔

(3) دنیا کی معرفت، اور اس بات کی معرفت کہ دنیا ایک دھوکہ ہے، دنیا فانی ہے، اس کی رنگینیاں عارضی ہیں نیز اس سے بچنے اور دور رہنے کے طریقوں کی معرفت۔

(4) اِن کی معرفت کے بعد اپنے نفس کو ہمیشہ مجاہدہ اور سخت مشقت کا عادی بنائے، اپنے اوقات کی حفاظت کرے، طاعت کو غنیمت سمجھے، راحت و آرام اور لذات سے کنارہ کشی اختیار کرے، کرامات کی حفاظت کرے لیکن معاملات سے ناطہ نہ توڑے اور نہ بے جا تاویلات کی طرف مائل ہو بلکہ دنیاوی تعلقات سے بے رغبت ہو کر ہر چیز سے اعراض کرلے اور تمام غموں کو ایک ہی غم گمان کرے، مال و متاع میں اضافے سے دامن چھڑائے، مہاجرین و انصار کی پیروی کرے، زمین و جائیداد سے کنارہ کشی اختیار کرے، راہِ خدا میں خرچ و ایثار کرنے کو ترجیح دے، اپنے دین کی حفاظت کی غرض سے پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف نکل جائے، بلا ضرورت نگاہیں اٹھائے اِدھر اُدھر دیکھنے سے اجتناب کرے کہ اس کی وجہ سے اس کی طرف اُنگلیاں اُٹھیں کیونکہ یہ چیز انوار و برکات سے دوری کا باعث ہے۔ پس انہی صفات سے متصف لوگ متقی، گوشہ نشین، اپنے دین کی حفاظت کے لیے بھاگنے والے اور اعلیٰ کردار کے مالک ہوتے ہیں ان کا عقیدہ درست اور باطن محفوظ ہوتا ہے۔(6)

حوالہ جات

(1) کشف المحجوب ص:42(ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(2) ال عمران 3 : 41

(3)مریم23:19

(4)کشف المحجوب ص:39 (ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(5) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء،ج:1ص24دار الکتاب العربی بیروت1418ھ،

(6) کشف المحجوب ص:36

فصل دوم

تصوف قرآن مجید اور تفسیری آئینے میں:

شریعت کا تعلق ان امور اور احکام سے ہے جن سے انسان کی ظاہری زندگی کی تشکیل ہوتی ہے جبکہ طریقت کا تعلق ان روحانی لذات اور معنوی کیفیات سے ہے جو بندہ مومن کے دل پر اثرپزیر ہوتی ہیں۔ جب اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف ظاہر تک محدود ہے تو یہ شریعت کہلاتی ہے مگر جب بندہ مومن کا باطن نورانیت مصطفی ﷺ سے بھی منور ہو جائے تو یہ طریقت کہلاتی ہے۔ گویا کہ شریعت پھول ہے اور طریقت اس کی خوشبو، شریعت بیان ہے اور طریقت مشاہدہ، شریعت صورت ہے اور طریقت حقیقت شریعت جسم ہے اور طریقت روح۔ شریعت وطریقت اپنی اپنی مستقل حیثیت رکھنے کے باوجود باہم لازم وملزوم ہیں ان میں جدائی اور دوری اسلام کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے جیسا کہ آج ہمارا معاشرہ اس افتراق کی وجہ سے زوال اور بے چینی کا نمونہ پیش کر رہا ہے۔ آیات قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اکابرین امت کے اقوال وافعال سے طریقت کی وضاحت پیش خدمت ہے تاکہ شکوک وشبہات رفع ہو جائیں۔

تصوف وطریقت آیات قرآنیہ کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ "(1)

اے ہمارے رب ہمیں سیدھے راستہ پر چلا، راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام محمد فخر الدین رازی علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ اس دعا میں اشارہ ہے کہ انسان صراط مستقیم پر نہیں چل سکتا جب تک اس راہ پر چلنے والے سابقہ لوگوں کی اتباع نہ کرے۔ اس راہ پر چلنے کے لیے صرف کتابوں کی ورق گردانی کام نہیں دے سکتی۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مرید طالب کے لیے ہدایت کے مقامات اور مکاشفات تک پہنچنے کا اس کے بغیر کوئی ذریعہ نہیں کہ کسی شیخ کامل کی اقتداء کرے جو اس کی رہنمائی کرے گا اور اسے غلطیوں اور گمرائیوں سے بچائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس اکثر مخلوق پر غالب ہے اور صرف عقل انسانی ادراک حقیقت کے لیے ناکافی ہے۔ اور حق وباطل میں کماحقہ تمیز کرلینا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں۔ لہذا یہ ضروری ٹھہرا کہ شیخ کامل کی تلاش کرے اور اس کی اقتداء کرے تاکہ اس ناقص کی عقل کامل کے نورِ عقل سے کامل بن جائے اور سعادت کے مدارج اور کمال کے عروج تک پہنچ سکے۔(2)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر سے واضح ہوا کہ صراط مستقیم پر چلنے کے لیے کامل اولیاء کی اتباع ضروری ہے صرف کتابوں کے مطالعہ سے ہدایت یافتہ ہونا ناممکن ہے، اپنے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ رب العزت کے قرب اور معرفت کو پانے کے لیے کاملین کے نور سے فیض یابی بے حد ضروری ہے۔

اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

"يُعَلِّمُكُمُ الكِتٰبَ وَالحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ"(3)

اور وہ (رسول اللہ ﷺ) تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم بتاتے ہیں اور وہ کچھ سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں "يُعَلِّمُكُم" کو دو دفعہ ذکر فرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری تعلیم اور قسم کی ہے تو ممکن ہے اس دوسری تعلیم سے مراد علم لدنی ہو کہ جو ظاہر قرآن سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ باطن قرآن اور سینہ باسینہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس نور کو انعکاس سے حاصل کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اس نور کو حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں اور اس کی حقیقت کا ادراک بعید از قیاس ہے چنانچہ رئیس صدیقین حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ ادراک کے ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے۔(4)

قرآن مجید میں ہے:

"وَإِن تُبْدُوا مَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّه"(5)

اور جو کچھ تمھارے دلوں کے اندر ہے اس کو ظاہر کر دیا چھپاؤ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔

انسان کی نفسانی اور قلبی بیماریاں بہت ہیں جیسے نفاق، دکھاوٹ، بے جا تعصب، حب دنیا، غصہ، غرور، آرزو، حرص، ترک توکل، ترک صبر، حسد اور کینہ وغیرہ۔

اس کے تحت صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں رزائل نفس کا مواخذہ اعمال بدنیہ کے مواخذہ (حساب) سے زیادہ سخت ہے اور طاقت سے زیادہ آدمی مکلف نہیں ہے تو اگر بندہ اپنی امکانی کوشش کرے اور مجاہدہ نفسانی کے ذریعے امراض نفسانی کو دور کرنے کی جد وجہد کو کام میں لائے اور خواہش نفس کے پیچھے نہ پڑے اور رزائل نفس کو دور کرنے کے لیے فقراء کے دامن سے وابسطہ ہو جائے تو امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے اندرونی معاصی معاف فرمادے گا۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ صوفیہ کے طریقہ پر چلنا اور فقراء کے دامن سے وابسطہ ہونا ایسا ہی فرض ہے جیسے کتاب اللہ کی تلاوت اور انکے احکام کو سیکھنا۔(6)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ "(7)

اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ مومنوں پر بہت بڑا احسان فرمایا جب ان ہی میں سے اپنارسول ﷺ بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت مبارکہ سے حضور نبی کریم اللہ کے درج ذیل اوصاف ظاہر ہوتے ہیں۔

(1) تلاوت آیات (2) تزکیہ نفس

(3) تعلیم کتاب (4) تعلیم حکمت

تلاوت آیات اور تعلیم کتاب کے حوالے سے آپ صلی ﷺ کا فریضہ شریعت ہے جبکہ تزکیہ نفس اور تعلیم حکمت کا فریضہ طریقت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا "(8)

بے شک جس نے نفس کو صاف کیا کامیاب رہا اور جس نے میلا کیا ناکام رہا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں کہ "کامیاب ہو اوہ شخص جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا۔ جس نفس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفاتی جلوہ پانے والوں کے ذریعہ سے رزائل سے پاک کر دیا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے رضامند ہو گیا اس کی یاد اور اطاعت سے اطمنان اندوز ہو گیا اور اس کی ممنوعات سے اور ان تمام امور سے جو اللہ تعالیٰ سے روکنے والے ہیں مجتنب بن گیا وہی کامیاب ہو گیا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے خود سنا کہ سیدنا حضور ﷺ اس آیت کی تشریح میں فرمارہے تھے "وہ نفس کامیاب ہو گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا"۔ (9)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ "(10)

اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوشش کرو جیسی کوشش کرنے کا حق ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں اس آیت میں جہاد سے مراد صرف کفار سے جنگ کرنا ہی نہیں ہے بلکہ رفتار آیت اس تخصیص کے خلاف ہے اس سے مراد تمام گفتار، رفتار اور اطوار میں اخلاص کا پیدا کرنا ہے۔ اخلاص اسی وقت حاصل ہو گا جب نفس اور خواہشات نفس کی مخالفت کی جائے کیونکہ جب تک دل کی صفائی نہ ہو اور نفس کو فنانہ کر دیا جائے اس وقت تک اخلاص کا حصول ممکن نہیں۔ دل کی صفائی اور نفس کا فنا ہونا اس وقت ممکن

ہے جب نفس امارہ اور اس کی خواہشات سے جہاد کیا جائے لیکن اس کے ساتھ مشکوۃ نبوت سے نور چینی بھی لازم ہے کیونکہ نور مصطفوی ﷺ کے بغیر دل کی صفائی اور نفس کی فنا نہیں ہوتی۔ اسی کو اصطلاح میں سلوک اور جذبہ کہا جاتا ہے۔

جبکہ قدماء مفسرین کے اقوال میں اس کو اخلاص کہا گیا ہے۔ صوفی جب نفس کو فنا کر دیتا ہے اور دل کی صفائی اس کو حاصل ہو جاتی ہے تو اس کا شمار مخلصین میں ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ کسی کے برا کہنے کی پروا نہیں کرتا اور بغیر ریاکاری اور شہرت طلبی کے خالص نیت کے ساتھ لوجہ اللہ اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ ہر دم اس کی فرمان برداری اور اطاعت کرتا ہے۔ وہ کبھی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ نمونہ اطاعت بن جاتا ہے درحقیقت یہی جہاد اکبر ہے۔ کافروں سے لڑنا تو جہاد کی ایک ظاہری شکل ہے بلکہ تمام عبادتیں جہاد کی صورتیں ہیں اگر خالص لوجہ اللہ ہوں۔(11)

آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حق جہادہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنی پوری طاقت لگا دینا اور اللہ تعالی کے دین میں کسی برا کہنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا ہی حق جہاد ہے۔(12)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَالَّذِينَ جَٰهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ"(13)

اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

جو لوگ محبت الہی کے غلبہ کی وجہ سے مجاہدے اور ریاضتیں کرتے ہیں تاکہ انہیں اللہ تعالی کی معرفت اور رضا حاصل ہو جائے تو ان لوگوں کے لیے وہ مہربان اور کریم ذات قرب کے راستے کھولنے کی خوشخبری دیتی ہے تاکہ طالبین حق سبحانہ، اپنی امید پورا ہونے کا یقین پیدا کر لیں اور ہمت واستقامت سے قرب کی منزلیں طے کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ"(14)

(اے مخاطب) کیا تو نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔

اللہ تعالی کی توحید کا تقاضا ہے کہ اس کو معبود برحق تسلیم کرتے ہوئے اس کی عبادت و بندگی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت کرنا شرک ہے خواہ وہ حضرات انبیاء کرام یا اولیاء و ملائکہ ہوں۔ سورج کی پرستش کی جائے یا آگ کی یا پھر کسی بت یا پتھر کی پوجا کی جائے، شرک ہو گی۔ اسی طرح کسی شخص یا قبر کو سجدہ کرنا بھی حرام ہے۔ آیت مذکورہ میں ان تمام چیزوں کی نفی ہے جو رب ہونے کا دعوی کرتے ہیں مثلاً نفس و شیطان اور ہوائے نفسانی اور شہوت۔ اس آیت میں باطنی شرک کی طرف اشارہ ہے کہ خواہشات نفسانی بھی معبود کے درجے کو پہنچ جاتی ہیں۔ اس پوشیدہ شرک سے بچنا صرف تزکیہ نفس حاصل کر کے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ جب انسان زبان سے تو معبود برحق اللہ تعالی کو تسلیم کرے مگر عملاً خواہشات کو معبود بنایا

ہوا ہو تو انسان کو لازمی طور پر سوچنا چاہیے وہ کس درجہ کی توحید پر قائم ہے اسے خود ساختہ خول سے باہر آکر اولیاء کے دامن سے خالص توحید کی خوشبو سونگھنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" (15)

قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگائیں مگر پاک وصاف لوگ۔

جس طرح قرآن مقدس کو چھونے کے لیے ظاہری طہارت وپاکیزگی ضروری ہے اسی طرح قرآن کے انوارات کو اپنے اندر جذب کرنے اور سمونے کے لیے باطنی طہارت لازمی ہے۔

اس کی وضاحت ایک دوسری آیت قرآنی میں اس طرح ہے:

ارشاد فرمایا: "أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا" (16)

آسمان سے پانی اتارا جس سے وادیاں سیر اب ہوتی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ پانی سے مراد قرآن ہے اور وادیاں قلوب ہیں۔(17)

قرآنی انوارات وکیفیات کو صرف صاف ومصفیٰ دل ہی اپنے اندر جزب کر سکتے ہیں، لہذا قرآنی فیوض وبرکات کو سمیٹنے کے لیے روحانی دنیا میں قدم رکھنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (18)

اے ایمان والے لوگو! تقوی اختیار کرو اور اللہ تعالی کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرو (اللہ تعالی کے دشمنوں سے خواہ وہ نفس ہو یا شیطان یا کفار)۔

حضرت اسماعیل حقی اللہ تعالی تک وصول کے لیے انبیاء اور اولیاء کے واسطے کو لازمی قرار دیتے ہیں کیونکہ عام مسلمان اور اللہ تعالی کے درمیان حجابات کے اٹھانے کے لیے انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے باطنی انوارات اور توجہات کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جو کاملین اولیاء کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں روحانی دنیا میں قدم رکھنے کے ابتدائی دنوں کی بات ہے میں اور میرا ایک دوست ایک غار میں چلے گئے اور وہاں اللہ تعالی کی یاد شروع کر دی تا کہ اللہ تعالی اور ہمارے درمیان حجابات (پردے) اٹھ جائیں

اور ہمیں اللہ تعالی کا قرب نصیب ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر رات کو ہماری یہ امید ہوتی تھی کہ کل صبح ہمارے باطنی پر دے اٹھ جائیں مگر ایسانہ ہو تا تھا۔ ایک دن اچانک ایک لمبے قد والی شخصیت غار میں داخل ہوئی اور سلام کیا ہم نے ان سے عرض کی آپ کا کیا حال ہے اس شخصیت نے جواب دیا میر احال دریافت کرتے ہو اور خود نفس کی سرکشی اور بغاوت کی حالت میں رہتے ہوئے تم کس طرح واصل بحق ہو سکتے ہو وہ شخص جو نفس کے نقصان سے آزاد نہیں ہو ااور اللہ تعالی کی عبادت کا دعوی کرتا ہے اس کی عبادت خالص نہیں ہے۔ اس شخصیت کی روحانی توجہات اور ملاقات سے ہمارے حجابات (پردے) اٹھ گئے وہ شخصیت ایک ولی اللہ تھے حضرت شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے باطنی پردے ذاتی عبادات اور مجاہدات سے نہیں ہٹ سکے بلکہ اس ولی اللہ کے سینہ کے نور سے ہمارے باطنی پردے ہٹ گئے اور ہم نے اللہ کے قرب کو باطن میں محسوس کیا اور انشراح صدر حاصل کیا۔(19)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ "(20)

اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ اس سے سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی راہ مراد ہے۔ اور اسی راستہ کو مذہب سنت وجماعت کہتے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "سبیل "سے مراد دین ہے اور" من اناب "سے مراد سیدنا حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب انابت کی راہ چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالی کے سوا سب کا ترک کرنا اور چھوڑنا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگانا اور شدت محبت سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی طرف متوجہ ہونا صرف اہل انابت کا طریقہ ہے۔ اہل انابت تو اللہ تعالیٰ کی قربت ومعرفت کو عشق مصطفے ﷺ لے کے بحر بیکر اں میں غوطہ زن ہو کر تلاش کرتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق نے ذات مصطفے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں خود کو فنا کر دیا اور بقائے ابدی پالی- آقا کریم صلی ﷺ کی توجہاتِ اتحادیہ کو نورانیت نے آپ کو "ان اللہ معنا" (یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) کے مقام تک پہنچادیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق ہوں یا سیدنا مولائے علی شیر خدا وہ اہل طریقت کے مختلف سلاسل کے امام وپیشوا ہیں۔ ان اشخاص کے راستہ کو اپنانے کا حکم ہے ان حضرات کے طریقوں میں آج بھی نور نبوت کے انوارات کی وہ نایاب روشنی موجود ہے جو حجابات باطنیہ کو دور کرنے اور ظلمت کو نورانیت میں بدلنے کا واحد راستہ ہے۔ اس راستہ پر چل کر ہی انسان توحید ورسالت کی حلاوت وخوشبو حاصل کر کے ایمان حقیقی کی نعمت سے لذت آشنائی پاتا ہے اور صف اولیاء میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ جب تک طریق صوفیاء میں داخل ہو کر نور نبوت سے نور چینی نہ کی جائے ایمانِ غیبی کو ایمانِ شہودی کا درجہ حاصل نہیں ہو تا کیونکہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے سینہ میں جو کچھ تھا وہ میں نے ابو بکر صدیق کے سینہ میں ڈال دیا۔ لہذا اہلسنت ہی اہل نور ہیں اور اہل سنت وجماعت وہی ہیں جو عشق مصطفی ﷺ میں گم ہیں۔ اللہ کے نور اور نورانیت کے منکر کس طرح اہل سنت وجماعت ہو سکتے ہیں اور وہ کبھی بھی صاحب باطن اور صاحب نور نہیں ہو سکتے ان کا دعویٰ توحید ورسالت صرف الفاظ کی حد تک ہے۔ آج وقت ہے ہم اپنے قلوب کو ٹٹولیں آیا کہ وہاں رحمانیت کے انوارات جلوہ گر ہیں اور حیات باطنیہ سے اہم انشراح صدر کی نعمت حاصل کر چکے ہیں اور اپنے

سینہ میں محبت ذات الہیہ کی تڑپ رکھتے ہیں اور صفات الہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں؟ یا ہم اپنے قلبِ غافل میں شیطان کو بٹھائے ہوئے ہیں اور نفس امارہ کی گرفت میں ہیں؟۔(21)

سیدی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک نفس امارہ تزکیہ کے ذریعے مطمئنہ نہ ہو جائے انسانی عبادات نفس کی لذت کے لیے ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص نہیں ہو سکتیں۔ وہ عبادت جو رمحبتِ جنت یا خوف دوزخ کے تحت ہوتی ہے فی الحقیقت وہ عبادت اپنی عبادت ہے۔ یہ شخص اب تک تو اپنی اغراض کی بندش میں ہے۔ تیرا دعوای عشق ربانی جھوٹے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔(22)

تصوف وطریقت حدیث رسول ﷺ کے آئینے میں:

(1) حدیثِ جبرائیل علیہ السلام:

ایک روز جبریل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے اور امت کی تعلیم کے لیے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أن تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ" (ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے (نازل کردہ) صحیفوں، اس کے رسولوں اور روز آخرت پر ایمان لائے اور ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر مانے۔ انہوں نے پھر پوچھا اسلام کیا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أن تشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، وتقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلا. (اسلام یہ ہے کہ) تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، (اور یہ کہ) تو نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے، اور تو ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو اس کے گھر کا حج کرے۔ اس کے بعد جبریل امین علیہ السلام نے تیسرا سوال احسان کے بارے میں کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الإحسانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو (تجھے یہ کیفیت نصیب نہیں اور اسے) نہیں دیکھ رہا تو (کم از کم یہ یقین ہی پیدا کرلے کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (23)

مذکورہ بالا حدیث جبریل میں دین کی تین بنیادی ضروریات کا بیان ملتا ہے جن میں پہلی ضرورت ایمان ہے۔ ایمان کی تعریف میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو امور بیان فرمائے ہیں ان کا تعلق بنیادی طور پر عقائد و نظریات سے ہے اور عقائد سے تعلق رکھنے والے علم کو اصطلاحی طور پر العقائد کہتے ہیں، اسلام کی تعریف میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پانچ ارکان بتلائے ہیں ان سب کا تعلق ظاہری اعمال اور عبادات سے ہے۔ اس علم کو شریعت کی اصطلاح میں علم الاحکام یا علم الفقہ کہتے ہیں۔

حدیث مبارکہ کی رو سے دین کی تیسری ضرورت احسان ہے اور انسان کو یہ درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس میں ایمان اور اسلام دونوں جمع ہو جائیں۔ گویا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زبان سے اقرار اور دل سے جو تصدیق کی، اس کا عملی اظہار اور پھر اپنے اعمال اور ظاہری عبادات کو حسن نیت اور حسن اخلاص کے اس کمال سے آراستہ کیا کہ اس کے اعمال اور عبادات اس کی تصدیق بالقلب کا آئینہ دار بن گئے۔ اس مرحلہ پر انسان درجہ احسان پر فائز ہو جاتا ہے اور اسے باطنی وروحانی کیفیات نصیب ہو جاتی ہیں۔ پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ احسان کا موضوع باطنی اور روحانی کیفیات کے حصول سے متعلق ہے۔

احسان کی جامع تعریف:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق احسان عبادت کی اس حالت کا نام ہے، جس میں بندے کو دیدار الٰہی کی کیفیت نصیب ہو جائے یا کم از کم اس کے دل میں یہ احساس ہی جاگزین ہو جائے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔(24)

امام نووی علیہ رحمہ کا قول:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں بندہ اپنی عبادت کو پورے کمال کے ساتھ انجام دے گا اور اس کے ظاہری ارکان آداب کی بجا آوری اور باطنی خضوع و خشوع میں کسی چیز کی کمی نہیں کرے گا۔ الغرض عبادت کی اس اعلیٰ درجے کی حالت اور ایمان کی اس اعلیٰ کیفیت کو ''احسان'' کہتے ہیں۔(25)

علم ظاہر اور علم باطن:

"عَن أبي هريره: قَالَ حِفِظتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ العِلْمِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبُلْعُومُ "(26)

حضرت ابو هریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو اقسام کے علوم سیکھے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو ظاہر کروں تو میر اگلا کاٹ دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمہ حدیث مذکورہ کی شرح میں فرماتے ہیں پس ان دونوں علوم میں سے ایک علم ظاہر ہے جو کہ احکام واخلاق کا علم ہے جو میں نے تم کو واضح کیا اور دوسری قسم کا علم جو علم باطنی ہے اگر اس کی تفصیل بیان کروں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے گا۔(27)

(2)حدیثِ حضرت حارثہ بن نعمان(رضی اللہ عنہ):

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک دن انصاری صحابی حضرت حارثہ بن نعمان سے دریافت فرمایا : كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا حَارِثُ؟قَالَ: أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا ، فَقَالَ: انْظُرْ مَا تَقُولُ ، فَإِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ حَقِيقَةً ، فَمَا حَقِيقَةُ إِيمَانِكَ ؟فَقَالَ: قَدْ عَزَفَتْ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا ، وَأَسْهَرْتُ لِذَلِكَ لَيْلِي ، وَاطْمَأَنَّ نَهَارِي ، وَكَأَنْ أَنْظُرُ إِلَى عَرْشِ رَبِّي بَارِزًا ، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُونَ فِيهَا ، وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغَوْنَ فِيهَا . فَقَالَ: يَا حَارِثُ عَرَفْتَ فَالْزَمْ . ثَلَاثًا" اے حارثہ! صبح کیسے کی ؟تو حضرت سیدنا حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَالِهِ وَسَلَّم ! أَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا یعنی میں نے اللہ تعالی پر سچے ایمان کی حالت میں صبح کی۔ تو سرکار صلی اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حارثہ! اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ؟ دیکھ کیا کہہ رہا ہے ؟ بے شک ہر ایک شے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے، تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے ؟تو حضرت سیدنا حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی: میرے نفس نے دنیا سے منہ پھیر لیا ہے اب میری نظر میں دنیاومافیہا کی کوئی حیثیت نہیں میں (محبت الٰہی کے جام پینے کے لیے) رات بھر جاگتا رہتا ہوں اور دن بھر پیاسا رہتا ہوں کہ کب رات ہوگی۔ میری یہ کیفیت ہے گویا کہ میں عرشِ الٰہی کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، جنتیوں کو جنت میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور اہل جہنم کو چلاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ تو اس پر حبیب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اَبْصَرْتَ فَالْزَمْ !اے حارثہ !تو نے (حق کو کھلی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہے، اب اس کو مضبوطی سے تھام لے۔

اور ایک روایت میں ہے: عَرَفْتَ فَالْزَمْ ۔ یعنی اے حارثہ! تجھے عرفان الٰہی کی دولت نصیب ہوگئی ہے اب اس کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔ آپ ﷺ نے دوبار یہ ارشاد فرمایا اور مزید فرمایا کہ حارثہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالی نے نورِ ایمان کی شمع فروزاں کر رکھی ہے۔

چنانچہ ایک دن صبح کے وقت اچانک جہاد کا اعلان ہوا تو یہی حضرت سیدنا حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نہ صرف میدان جہاد میں پہنچے بلکہ سب سے پہلے اپنی جان بھی جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ان کی شہادت کی خبر سن کر ان کی والدہ ماجدہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے میرے لختِ جگر کے متعلق بتائیے وہ کہاں ہے ؟ اگر جنت میں ہے تو نہ میں اس پر روؤں اور نہ غم زدہ ہوؤں اور اگر جہنم میں ہے تو جب تک میں زندہ ہوں اس پر روتی رہوں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حارثہ کی ماں! جنت ایک نہیں بلکہ بہت ہیں اور حارثہ تو جنت کے سب سے اعلیٰ مقام یعنی فردوس اعلیٰ میں ہے۔ (28)

(3)حدیث نصیحت ابن عباس (رضی اللہ تعالی عنہما):

"عن ابن عباس قال: كنت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما ، فقال: يا غلام إني اعلمك كلمات: احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك إذا سالت فاسال الله وإذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، ولو اجتمعوا على ان يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك ، رفعت الأقلام وجفت الصحف" , قال الترمذي: هذا حديث حسن(29)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری کے پیچھے تھا آپ نے فرمایا اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ سے مدد طلب کر، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لئے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے۔

(4)حدیث نیکی اور بدی کا پیمانہ:

"وعن وابصة بن معبد رضي الله عنه قال: أتيت رسول الله فقال: "جئت تسأل عن البر والإثم ؟قلت: نعم ؛قال: استفت قلبك؛ البر ما اطمأنت إليه النفس واطمأن اليه القلب، والإثم ما حاك في النفس وتردد في الصدر، وإن أفتاك الناس وأفتوك"(29)

حضرت سیدنا وابصہ بن معبد سے مروی ہے کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا: تم نیکی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا: اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے جسے اختیار کر کے نفس مطمئن ہو، اور دل مطمئن ہو، اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکتا رہے اور سینہ تردد کا شکار رہے، اگرچہ لوگ اس کے حق میں فتوے دیتے رہیں۔

(5)حدیث حلال وحرام:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ سے تعلق رکھتی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"الحلال بين والحرام بين لا ضرر ولا ضرار في الاسلام" یعنی حلال اور حرام دونوں ہی کا خود بخود پتہ چل جاتا ہے اسلام میں نقصان والی کوئی بات نہیں نہ ہی کسی کو نقصان پہنچانا چاہے۔(30)

حوالہ جات

(1) الفاتحہ 5:1

(2) تفسیر الفخر الرازی، ج1 ص17 امام فخر الدین رازی متوفی 604ھ (ناشر دار الفکر 1401ھ)

(3) البقرہ 2 : ١٥١

(4) تفسیر مظہری، ج1 ص242 القاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی المظہری النقشبندی متوفی 1225ھ (ضیاء القرآن)

(5) البقرہ، 1: 284

(6) تفسیر مظہری، ج1 ص590 القاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1225ھ (ضیاء القرآن)

(7) آل عمران، 3: 165

(8) الشمس، 91 : 9،10

(9) تفسیر مظہری، ج10 ، ص332 القاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی متوفی 1225ھ (ضیاء القرآن)

(10) الحج، 22: 78

(11) تفسیر مظہری، ج6 ص445

(12) تفسیر ابن عباس (مترجم) ج:2 ص:320 حضرت عبد اللہ ابن عباس المتوفی 67ھ (مکی دار الکتب، 37 مزنگ روڈ، لاہور 2009ء)

(13) العنکبوت 29: 19

(14) الفرقان، 25: 43

(15) الواقعہ، 56: 79

(16) رعد، 13 : 17

(17) تفسیر ابن عباس، ج:2 ص:110

(18) المائدہ، 5: 35

(19) تفسیر فیوض الرحمن (ترجمہ روح البیان) علامہ اسماعیل حقی متوفی1117ھ (مکتبہ غوثیہ اور دوبازار کراچی)

(20) لقمان، 31 : 15

(21) تفسیر مظہری، ج5ص325

(22) مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 77 امام ربانی مجدد الف ثانی متوفی1034ھ (مکتبہ شبیر برادرز2007ء)

(23). بخاری، الصحیح:34، رقم:50، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام والاحسان ووجوب الایمان

ایضاً: مسلم، الصحیح:65، رقم:1، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی عن الایمان والاسلام ولإحسان وعلم اشاعۃ

(24) تعلیمات اسلام احسان ص:43از شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادی (منہاج القرآن)

(25) نووی، شرح صحیح مسلم، 1 : 27، ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی متوفی 627ھ (داراحیاء التراث1427ھ)

(26) صحيح البخاري، الرقم: 120

(27) مرقات شرح مشکوۃ جلد اول ص: 313 علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری1014ھ (مکتبہ امدادیہ ملتان1390ھ)

(28) سنن ترمذی: 2516

(29) أحمد في المسند18028

(30) سنن الدارمي، کتاب البیوع1ص رقم 2573

باب سوم

تاریخ تصوف اور ناقدین

فصل اول

تصوف تاریخی آئینے میں:

تاریخ اسلامی میں تصوف کا آغاز کب ہوا تو جانیئے کہ تصوف کی اصطلاح پہلی صدی ہجری میں استعمال نہیں ہوئی تھی اور دوسری صدی کے اختتام تک بھی فنا بقا یا توحید وجودی کی اصطلاحات کا برتاؤ نہیں ملتا۔ صوفیا میں خرقہ پہننا، سطحات کا صدور، سکر و مدہوشی جذب و انبساط وغیرہ کا رواج بھی نہیں تھا۔ البتہ اسی عہد میں کچھ ایسے دواعی کا آغاز ہو گیا تھا جو بعد میں خاص صوفیانہ فکر کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور پھر تصوف کی بنیاد انہی تصورات پر قائم ہوئی۔ ان تصورات میں سے ایک خاص اور اہم تصور محبت الٰہی تھا۔ تاریخ تصوف میں لفظ 'محبت' بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ سلوک و سالک کا سفر دراصل محبت الٰہی ہی سے شروع ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں خدا تعالیٰ سے محبت کو بہت ہی اہمیت دی گئی ہے۔ صوفیا کی طبعیتوں نے اسی کو قبول کیا اور سلوک کی بنیاد اسی کو بنالیا۔ بلکہ صوفیا نے محبت کو اس دائرے سے آگے بڑھایا جس کا تذکرہ کلام اللہ میں موجود ہے۔ کلام اللہ میں محبت الٰہی کا طریقہ اور اظہار یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کے رسول ﷺ کی پیروی کی جائے۔

صوفیا نے اس کو آگے بڑھا کر عشق کے درجے تک پہنچا دیا اور ان شدید کیفیات کو پیدا کرنے کے لیے ذکر و مراقبہ کا طریقہ اختیار کیا۔ دوسری صدی ہجری میں اگرچہ اس کے خدوخال بہت واضح نہیں ہو پائے لیکن محبت کے ساتھ عشق کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔

عبدالواحد بن زید نے حضرت حسن بصری سے ایک روایت بیان کی ہے جو حدیث قدسی کی طرز پر ہے، وہ روایت اس طرح ہے "جب بندہ صرف میرے ساتھ مصروف ہو جاتا ہے تو میں اس کی نعمت اور لذت اپنے ذکر میں رکھ دیتا ہوں اور جب اس کی لذت و نعمت میرا ذکر بن جاتا ہے تو وہ مجھ سے عشق کرنے لگتا ہے اور میں اس سے عشق کرنے لگتا ہوں اور جب وہ مجھ سے عشق کرنے لگتا ہے اور میں اس سے عشق کرنے لگتا ہوں تو اس کے اور میرے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور میں اس کی نظروں کے سامنے آجاتا ہوں"۔(1)

عبدالواحد بن زید کی یہ روایت باضابطہ طور پر تصوف کے اس تصور کا نقطہ آغاز معلوم ہوتی ہے جس سے روشنی حاصل کرتے ہوئے بعد میں صوفیہ نے وحدت الوجود کا اثبات کیا اور بعض صوفیاء سے تو شطحیات کا بھی صدور ہوا۔(2)

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اگر بندوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کیا ہے، تو کھانا پینا کم ہو جائے، لباس پر توجہ کم ہو جائے، فرشتوں کو دیکھو خدا سے محبت کرتے ہیں تو صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے

بہت سے جب پیدا ہوئے یا تو سجدے میں ہیں یا قیام میں یا رکوع میں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم نے تصوف کی اہمیت پر ایک اور اہم بات کہی ہے کہ "اے اللہ تو جانتا ہے کہ اگر مجھے تیری محبت مل جائے تو پھر میرے نزدیک جنت کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگی"۔(3)

یہاں بھی تصوف کے ذریعے نام و نمود اور ریا وغیرہ سے پاک خدا کو یاد کرنے کی بات کہی گئی جس پر تصوف میں خاص زور دیا جاتا ہے۔ اگر انسان نام و نمود سے پاک ہو کر صرف اور صرف خدا کی رضا کے لئے کام انجام دے تو بہت سارے محتاج و مفلس روز و شب ذلیل و خوار کیے جاتے ہیں ایک کیلا یا ایک پاؤ چاول دے کر میڈیا میں تصویریں چھپ جاتی ہیں دینے والوں کی تعریفیں کئی کئی دنوں تک ہوتی رہتی ہیں تو اتنے دن مفلس و محتاج ذلیل ہوتے رہتے ہیں اگر تصوف کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے تو ان برائیوں سے نجات مل سکتی ہے۔

دوسرا تصور جس کی ابتدا اُس دور میں ہوئی وہ زہد کا ہے۔ زہد بھی صوفیا کے بنیادی تصورات میں سے ہے۔ بے شمار قرآنی آیات اور احادیث میں دنیا اور اس میں پائی جانے والی چیزوں سے زہد کی ترغیب دی گئی ہے۔ شیخ ابن حسیم رقمطراز ہیں کہ " قرآن دنیا میں زہد کی ترغیب اور دنیا کی بے قیمتی اور بے حیثیتی کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔" اسی طرح زہد فی الدنیا کے موضوع پر مشتمل احادیث کا شمار ناممکن ہے۔ کتاب و سنت میں زہد کی بے حد فضیلت آئی ہے اور سلف نے زہد کے موضوع پر باظابطہ کتابیں تحریر کی ہیں۔

تیسری صدی میں تصوف کے اندر فلسفیانہ فکر کی آمیزش شروع ہوگئی اور معرفت اور محبت کے جو تصورات دوسری صدی ہجری میں پروان چڑھے تھے اس صدی میں ان کے اندر فلسفیانہ رنگ شامل ہو گیا اور ان کی الگ انفرادیت قائم ہوگئی۔ تیسری صدی میں تصوف کے پانچ امتیازات قائم ہو گئے۔

1 اخلاق و سلوک

2 ذوقی معرفت

3 فنا اور اس کے مختلف معانی

4 طمانیت یا سعادت

5 اشاراتی زبان

صوفیا کی خانقاہوں کا ظہور بھی اسی صدی ہجری میں ہوا۔ علامہ جامی رحمہ اللہ کے ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ نے بھی اپنی خانقاہ قائم کرلی تھی۔ اگر یہ روایت صحیح نہ بھی ہو تب بھی ابراہیم مصری کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان کے لئے خانقاہ قائم کی گئی تھی جس کو "رباط" کہا جاتا ہے۔(4)

صاحبِ نفحات الانس رقمطراز ہیں کہ: پہلی خانقاہ ابوہاشم صوفی رحمہ اللہ نے (فلسطین) میں قائم کی اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ان سے استفادہ کیا تھا۔ تاریخ کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تیسری صدی سے پانچویں صدی کے درمیان تصوف کی تمام اصطلاحات کا رواج عام ہو گیا تھا اور صوفیائے کرام درج ذیل مخصوص اصطلاحات میں گفتگو کرنے لگے تھے؟

جیسے: وقت، مقام، حال، قبض، بسط، ہیبت، انس، تواجد، جمع، فرق، فنا و بقا، غیبت و حضور، صحو و اثبات، مستور و تجلی، کشف، مشاہدہ، لوائح، طوامع، لوامع، شریعت، حقیقت، طریقت اور قرب و بُعد وغیرہ۔(5)

تصوف کے ارتقاء کے ادوار:

اب ہم ادوار کے اعتبار سے تصوف کے ارتقاء کو منظم طریقے سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مؤرخین نے تصوف کی تاریخ کو مختلف زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔ موجودہ دور میں تصوف کے ایک اہم محقق پروفیسر شاہد علی عباسی نے تصوف کے ارتقاء کو چھ ادوار میں منقسم کیا ہے۔

دور اول عہد صحابہ،

دور دوم حضرت حسن بصری اور ان کے معاصرین،

دور سوم نویں صدی عیسوی سے بارہویں صدی کا ہے اس دور میں تصوف کے اکثر افکار اور ان کی امتیازی خوبیاں وجود پذیر ہوئیں۔

دور چہارم تصوف میں جذب و سلوک کے آغاز کا دور ہے،

دور پنجم تصوف کے سلاسل کے آغاز کا دور ہے

اور دور ششم پندرھویں صدی سے اٹھارہویں صدی تک کا اہم دور مانا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ تصوف کے ادوار کی تقسیم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی کی ہے اور وہ تصوف کو چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ اسی کی منتظم تفصیل اس طرح ہے۔

تصوف کا دور اول:

تصوف کے دور اول کی ابتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے ہوتی ہے اور یہ عہد صحابہ تک جاری رہتا ہے۔ اس عہد کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس میں سالکین کی توجہ شریعت کے ظاہری اعمال پر مرکوز رہی۔ ان حضرات کو باطنی زندگی کے تمام مراتب شرعی احکام کی پابندی کے ذریعے حاصل ہوتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کا احسان یہ تھا کہ وہ نمازیں پڑھتے تھے، ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے تھے، روزہ رکھتے تھے، حج بجالاتے تھے، زکوۃ ادا کرتے تھے اور جہاد کرتے تھے۔ یہ حضرات خدا سے قرب و حضور کی نسبت اعمال شریعت اور ذکر و اذکار کے علاوہ کسی ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

تصوف کا دور دوم:

61ھ سے تیسری صدی ہجری کے آغاز تک تصوف کا دوسرا دور تقریباً 61 ہجری سے شروع ہوتا ہے جسے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کا عہد کہا جاتا ہے۔ یہ دور تیسری صدی ہجری کے آغاز تقریباً دو سو برس پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ دور تصوف کا تشکیلی اور ابتدائی دور سمجھا جاتا ہے، اس دور میں بنو امیہ کا پورا عہد حکومت اور بنو عباس کا دور عروج شامل ہے۔ اس عہد کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تحریک تصوف نے نہ تو باضابطہ کوئی شکل و صورت اختیار کی تھی اور نہ ہی تصوف کی خاص اصطلاحات وضع ہوئی تھیں۔ اس دوران حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ، حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ اور حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ وغیرہ ایسے بڑے صوفیاء ہیں جنہوں نے اس عہد کے اکثر مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی حد سے زیادہ دنیاداری سے نہ صرف بے زاری کا اظہار کیا بلکہ اس روش کے خلاف آواز بھی بلند کی۔ انہوں نے خود کو امور دنیا اور حکومت کے کاموں سے دور رکھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کی باضابطہ اصلاح کی تنظیم کے بجائے مخصوص سیاسی ماحول کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیا کے اس خراب ماحول سے خود کو دور کر لیا۔ اس طرح وہ گوشہ عافیت میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

دور سوم:

تیسری صدی کے آغاز سے چوتھی صدی کے نصف تک تصوف کی تحریک کا تیسرا دور، تیسری صدی ہجری کے بیشتر اور چوتھی صدی ہجری کے نصف اول پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ زمانہ مسلمانوں میں فلسفے اور عقلیت سے مرعوبیت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ فلسفہ و منطق کے سبب مسلمانوں میں اس زمانے میں عقائد و مذہب کے بارے میں شک و شبہات پیدا ہونے لگے تھے۔ اس دور کے صوفیا میں حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ، حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ بہت زیادہ مقبول اور مشہور رہے۔

دور چہارم:

تحریک تصوف کا دور چہارم چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ زمانہ عباسی خلافت کا دور زوال مانا جاتا ہے۔ اس دوران مسلم دنیا پورے طور پر انتشار کا شکار ہو چکی تھی۔ یہ وہی دور رہا ہے جس میں مسلم دنیا کے مختلف علاقوں میں ان کی چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتیں قائم ہو چکی تھیں جو اکثر اوقات آپس میں دست و گریباں میں مصروف رہتی تھیں، آپس کے اختلافات، انتشار اور خانہ جنگیوں کے اس زمانے میں تحریک تصوف کو مزید جلا ملی اور اس نے دنیاداری کے خلاف باضابطہ بیزاری کی تحریک کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس عہد کے اہم صوفیاء مصنف کتاب اللمع حضرت ابو نصر سراج طوسی علیہ الرحمہ اور مصنف حلیۃ الاولیاء حضرت ابو طالب مکی علیہ الرحمہ بہت ہی مشہور اور مقبول ہوئے۔ تحریک تصوف کے اس عہد کی خاص بات یہ ہے کہ اسی دور میں تصوف کی اصطلاحات مقبول ہونا شروع ہوئیں۔۔ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس دور میں بھی باضابطہ صوفی سلاسل کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔ یہ وہی دور ہے جس میں پہلی بار ایسی کتابیں وجود میں آئیں جن میں تصوف کے بنیادی تصورات درج کیے گئے۔ مثلاً شیخ ابو نصر سراج کی تصنیف "کتاب اللمع" ہے۔ اس دور کی ایک خاص بات یہ بھی رہی کہ اس میں صوفیائے کرام نے باطنی اصلاح پر زیادہ زور صرف کیا۔

دور پنجم:

تحریک تصوف کا دور پنجم چھٹی صدی ہجری اور ساتویں صدی ہجری پر محیط ہے۔ اس عہد میں تصوف نے پورے طور پر ایک منظم تحریک کی شکل وصورت اختیار کر لی تھی یہاں تک کہ تصوف اپنے دور کے سماج کی اہم ضرورت بن کر ابھرا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ دور بھی مسلم دنیا کی بے منظمی اور دور خلفشار کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی اپنی چپقلش اور کشمکش نے انہیں بہت حد تک کمزور کر دیا تھا کہ منگولوں نے مسلم دنیا کے ایک اہم اور بڑے حصے کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اس سے قبل مسلمان شہروں اور علاقوں کی ایسی تباہی چشم بینا سے نہ دیکھی گئی تھی۔ اس خون خرابے کے سب مسلم دنیا میں مایوسی پھیل گئی اور دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا ایسا ماحول تیار ہوا کہ جو تحریک تصوف کے لئے انتہائی ساز گار ثابت ہوا۔ اسی سبب سے تصوف اور صوفی خیالات کو مسلم دنیا میں سب سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اکثر صوفی سلاسل کا قیام اسی دور میں عمل میں آیا اور اسی زمانے میں صوفی مسلم دنیا اطراف واکناف میں پھیل گئے۔ اس عہد کے صوفیا میں مؤلف رسالہ قشیریہ از شیخ ابو القاسم قشیری علیہ الرحمہ، زبان فارسی میں تصوف کی سب سے پہلی تصنیف 'کشف المحجوب کے مصنف شیخ عثمان بن علی ہجویری علیہ الرحمہ، سلسلہ قادریہ کے بانی اور فتوح الغیب کے مؤلف سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ۔ اسی طرح صاحب احیاء العلوم امام محمد الغزالی علیہ الرحمہ، فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ جیسی معرکۃ الآرا تصوف کی بنیادی کتابوں کے مصنف شیخ محی الدین ابن عربی (شیخ اکبر) علیہ الرحمہ، بانی سلسلہ سہروردیہ اور عوارف المعارف جیسی تصوف کی کتاب کے مصنف شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ زیادہ مشہور ومقبول ہیں۔ اس دور میں تصوف کو سب سے زیادہ عوامی مقبولیت حاصل رہی۔

دور ششم:

تصوف کی تاریخ کا چھٹا دور ساتویں صدی سے تا حال تصوف کے سلسلے قائم ہونے کے بعد تصوف نہ صرف طریقہ تربیت رہا بلکہ باضابطہ ایک نظام بن کر ابھرا۔ لیکن نظام کی خوبیوں کے ساتھ ہی ساتھ اس میں کچھ خرابیاں بھی شامل ہو گئیں۔ الگ الگ سلسلوں کے بعض افراد میں آپسی اختلافات بھی وجود پذیر ہوئے یہاں تک کہ ہر سلسلے کے اندر بھی اس کے کچھ پیروکاروں نے کے مابین اختلافات رونما ہوئے اور یہ سلسلہ تقسیم در تقسیم کا شکار ہو گئے۔ جن میں سے اکثر زمانے کو نہ بھا سکے اور زمانے نے ان کو مٹا ڈالا اور وہ صرف اور صرف تاریخ کا حصہ رہ گئے۔ بہت سارے ابھی تک موجود ہیں۔ آخری سلسلوں میں بعض صوفیا بہت مشہور ہوئے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ ان میں مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی زیادہ مشہور ہیں۔(6)

عمومی جائزہ:

پہلا دور عہد صحابہ کا ہے، دوسرا دور حضرت حسن بصری اور ان کے معاصرین کا ہے، تیسرا دور نویں صدی عیسوی سے بارہویں صدی تک کا دور ہے جس میں تصوف کے زیادہ تر افکار اور ان کی امتیازی خوبیاں پر مبنی ہے۔ چوتھا دور تصوف میں جذب و سلوک کے ابتداء کا دور ہے۔ پانچواں دور تصوف کے مختلف سلسلوں کے وجود میں آنے کا دور ہے اور چھٹا دور پندرہویں صدی سے اٹھارہویں صدی تک کا دور ہے۔ انہیں ادوار میں تصوف کے مبادیات تیار ہوئے اور عروج تک پہنچے اور پھر صوفیہ دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل گئے اس طرح تصوف کے عناصر جہاں جہاں پہنچے تو وہاں ہمدردی، محبت، اخلاص وغیرہ کے عناصر کو مضبوط کیا۔

حوالہ جات

(1) کشف المحجوب ص:72

(6)ہمعات، ص24 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 1762ھ (ناشر سندھ ساگرہ کادمی لاہور 1946ء)

(3)ایضاً

(4)ہمعات، ص22 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی1762ھ (ناشر سندھ ساگرہ کادمی لاہور 1946ء)

(5) نفحات الانس، نورالدین عبدالرحمن جامی متوفی1492ء(ناشر ادبی دنیاد ہلی 1423ء)

(2)تصوف اور شریعت ص16 پروفیسر عبدالحق انصاری (مترجم مفتی محمد مشتاق تجاوری)(مرکزی مکتبہ اسلام پبلشرز نئی دہلی 2008)

فصل دوم

تصوف پر اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض:

لفظِ "تصوف" کی اصطلاح کا استعمال کب استعمال شروع ہوا کیا قرآن حدیث میں اس کا کوئی متبادی لفظ استعمال ہوا ہے؟

جواب:

تصوف کے نام اور اصطلاح کا قرآن وحدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ملتا زیادہ سے زیادہ دوسری صدی میں پہلی بار تصوف کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، حضرت شیخ ابو نصر سراج طوسی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب (اللمع فی تاریخ الاسلامی) میں فرماتے ہیں کہ عدل علماء ائمہ میں سے کسی ایک کو بھی اس بات سے انکار نہیں کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں صادقین صادقات قانتین قانتات محبین خاشعین موقنین مخلصین محسنین متقین راضین واجلین عابدین مستغفرین سائحین صابرین راضین متوکلین مطمئنین اولیاء مصطفین ابرار مسترشدین اور مقربین کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

"الصّٰبِرِينَ وَالصّٰدِقِينَ وَالْقٰنِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ " (1)

صبر والے اور سچے اور ادب والے اور راہ خدا میں خرچنے والے اور پچھلے پہر سے معافی مانگنے والے۔

محبین کا ذکر یوں فرمایا:

"وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ"(2)

اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

راشدین کا ذکر یوں فرمایا:

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ" (3)

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

شاھدین کے لیے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلب اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ" (4)

بے شک اس میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو

اطمنان والوں کے لیے ارشاد فرمایا:

"اَلَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللهِ أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"(5)

وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

خاشعین کا ذکر یوں ارشاد فرمایا:

"وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلوٰةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ "(6)

اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

متقین و متوکلین کا ذکر یوں ارشاد فرمایا:

"وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا" (7)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے بے شک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے۔

راضین کا کیا ہی خوب ذکر کیا:

"رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ" (8)

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

صاحبانِ ابرار کا ذکر یوں فرمایا:

"إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ "(9)

بے شک نیکو کار ضرور چین میں ہیں۔

ایک اور جگہ بہت ہی خوب انعام فرمایا:

"لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ"(10)

لیکن وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کی طرف کی مہمانی اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکیوں کے لیے سب سے بھلا۔

اور مجموعی طور پر ان کے اوصاف یوں تعریف فرمائے ہیں:

" اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ- اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا" (11)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمان بردار اور فرمان برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اب حدیث کی روشنی میں ہم جواب دیئے دیتے ہیں:

(1) "عن عائشه رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد كان فيما قبلكم من الامم الناس يحدثون فان يك في امتي احد فأنه عمر بن الخطاب" (12)

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گذشتہ امتوں میں محدث لوگ ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔

(2)"عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قال رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم على الله لابره "(13)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت لوگ پریشان بال غبار آلودہ دروازوں پر سے دھکیلے ہوئے ایسے ہیں کہ اگر اللہ کے اعتماد پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو سچا کر دے۔

ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا:

(3) "ان في امتي من اذا قرء رايت ان يخشى الله تعالى وان طلق بن حبيب منهم " (14)

میری امت میں وہ لوگ بھی موجود ہیں کہ قرآن پڑھتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اللہ سے ڈر رہے ہوتے ہیں "طلق بن حبیب "انہیں میں سے ہیں۔

(4)"قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخل من امتي الجنه السبعون الف بلا حساب كلم منهم يا رسول الله قال هم الذين لا يكتبون ولا يسترقون وعلى ربهم يتوكلون"(15)

میری امت میں سے ستر ہزار لوگ ب بلا حساب جنت میں داخل ہونگے عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اہم ایسے لوگ کونسے ہونگے ؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہونگے جو ن بدن کو (لوہے وغیرہ سے) داغتے ہونگے اور نہ ہی جادو وغیرہ پڑھ کر پھونکیں مارنے والے ہوں گے۔

اس قسم کے بہت سی روایات اور احادیث ملتی ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں یہ سبھی لوگ حضور کی امت میں شمار ہوتے ہیں اگر یہ لوگ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہ ہوتے اور کسی بھی زمانے میں ان کا پایا جانا محال ہوتا تو اللہ کریم اپنی کتاب میں ان کا ذکر نہ فرماتا اور نہ ہی رسول کریم ﷺ ان کے اوصاف یوں بیان فرماتے۔(16)

ثانیاً

الحمدللہ آپ نے تصوف کی اصطلاح کم از کم تیرہ سو سال پرانی تسلیم کر لیں ہو تو محترم تصوف اپنی حقیقت کے لحاظ سے اس آیت قرآنی میں اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ یہاں بھی موجود ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوا سَلٰمًا" (17)

اور رحمن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

تصوف ترجمہ ہے تزکیہ کا اور تزکیہ کا لفظ بھی قرآن میں بار بار استعمال ہوا ہے ثالثاً اگر آپ عین تصوف ہی کی اصطلاح کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو اس کا مادہ صوف ہے اور صوفیہ کا ایک قول معروف ہے کہ تصوف صفہ سے لیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کثیر تعداد صحابہ جو صفہ کے چبوترے پر رہ کر حضور سے روحانی تربیت حاصل کرتے تھے ان کے طریقہ سے تعلق کی بنا پر تصوف کو موسوم کیا گیا ہے اصحاب صفہ کے بارے میں پہلے باب میں تفصیلاً تحریر کر چکے ہیں۔

دوسرا اعتراض:

جب مسلم حکمرانوں اور خلفاء کی رسہ کشیاں اور اقتدار کے لئے جنگ و جدال عروج پر پہنچا تو رد عمل میں مسلمانوں میں ایک طبقہ پیدا ہوا جس نے سیاست اور اقتدار سے لاتعلقی کا رویہ اپنانا شروع کیا گویا تصوف جین مت بدھ مت جمہوریت اور کمیونزم کی طرح رد عمل کا نتیجہ ہے؟

جواب:

آپ نے مسلمان خلفاء کی جنگوں کی تفصیل نہیں بتائی اور نہ ہی الگ رہنے والے لوگوں کا نام بتایا ہے ہم عرض کیے دیتے ہیں سیدنا علی المرتضی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ کے درمیان جنگ جمل ہوئی تو بے شمار صحابہ کرام غیر جانبدار رہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت فتنوں کا آئیگا جس میں بیٹھا آدمی کھڑے سے بہتر ہو گا کھڑا آدمی چلتے سے بہتر ہو گا چلتا آدمی دوڑتے سے بہتر ہو گا جو اس فتنے میں پھنس گیا یہ فتنہ اسے پھیلا دے گا لہذا جو شخص اس سے بچ سکتا ہوں بچے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی کا نام حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی حدیث پڑھی اور فرمایا کہ میں نہ علی کا ساتھ دوں گا نہ عائشہ کا۔(18)

اس وقت لوگ چار گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے ایک گروہ بصرہ میں دوسرا کوفہ میں تیسرا شام میں چوتھا غیر جانبدار اور غیر جانبدار گروہ کو سب سے بہتر قرار دیا۔(19)

مزید ساعت فرمائیں حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے حضرت علی کی امداد کرنے کے لئے نکلے تو راستے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ابو بکر ہیں) سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جا رہا ہوں انہوں نے فرمایا واپس چلے جاؤ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں جنگ کریں گے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں حدیث سن کر وہ واپس چلے گئے۔(20)

ہاں فرمائیں خلفاء کی رسہ کشی میں لاتعلق رہنے والا طبقہ کون تھا وہ جین مت بدھ مت جمہوریت کمیونزم کے پیروکار تھے یا صحابہ کرام تھے؟ بخاری اور مسلم میں یہ احادیث امریکی تعلیمات ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات؟

تیسرا اعتراض:

سیاست اور اقتدار سے لاتعلقی گوشہ نشینی میں بدل گئی؟

جواب:

لاتعلقی والے سوال کا جواب دیا جا چکا ہے باقی رہے گوشہ نشینی تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا آپ صرف یہ گوشہ نشین ہوتے ہیں یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے آپ کو جس طرح جنم لیتے ہوئے دیکھا یا ہے یہ سراسر جھوٹ اور اس طرح ہے گوشہ نشینی کی بنیاد قرآن وسنت سے ثابت ہے قرآن میں وہ اس واعد ناموسی اربعین علیہ وسلم نشینی کے اصل موجود ہے مکہ کی پہاڑی پر غار حرا کا وجود آج بھی گوشہ نشینی کا زندہ گواہ ہے اور بخاری اور مسلم کی احادیث اس پر شاہد ہیں ایک اور حدیث شریف کے صاف الفاظ ہیں " سیروا ھذا جمدان قد سبق المفردون "(21) یعنی اس جمدان پہاڑ کی سیر کرو تنہائی میں چلے جانے والے لوگ آگے نکل گئے ہیں صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا لوگ کون ہیں فرمایا اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں ۔

اب ہم ایک نہایت دلچسپ حدیث شریف پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اگر دل میں ایمان موجود ہے تو دل کے کانوں سے سنو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے معروف ترین تیر انداز صحابی دنیا کو چھوڑ چھاڑ کر جنگل میں اونٹ چرانے لگے آپ کے بیٹے عمر آپ کے پاس جنگل میں حاضر ہوئے جب حضرت سعد نے اپنے بیٹے کو دور سے آتے دیکھا تو فرمایا اے اللہ مجھے اس اونٹ پر سوار ہو کر آنے والے سے بچا وہ پاس

آکر اس سے اترے اور کہا تو ادھر اپنے اونٹوں اور بکریوں میں مصروف ہوں اور لوگوں کو ملک کے تنازع جات میں چھوڑ دیا ہے حضرت سعد نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا جو بولا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے "ان اللہ یحب العبد التقی الغنی الخفی "(22) یعنی اللہ تعالی اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو متقی ہو غنی ہو چھپ کر زندگی گزارتا ہوں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عن ابي سعيد الخدري انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك ان يكون خير مال المسلم و انا من يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر يفر بدينه من الفتن" (23) یعنی قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں جنہیں لے کر وہ پہاڑ کی چوٹی پر چلا جائے گا جہاں بارش ہوتی ہے اور وہ اپنا دین بچا کر فتنوں سے بھاگ کر وہاں جائے گا۔

اس سے قبل ہم غیر جانبدار کے حق میں تو صحیح ترین حدیث نقل کر چکے ہیں اب آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ لاتعلقی گوشہ نشینی میں نہیں بدلی بلکہ گوشہ نشینی کی اصل قرآن وسنت کی تصریحات میں پہلے سے موجود ہے واضح رہے کہ قرآن وسنت کی اکثر دلائل کی رو سے نفس کی اصلاح کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنا ایک عارضی اور وقتی چیز ہے جبکہ باغ واضح دلائل سے مستقل طور پر تارک الدنیا ہو جانا بھی بعض بزرگوں کے حق میں ثابت ہے جیسے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کوفہ کے گورنر کے نام سفارشی خط لکھ دینے کی پیشکش فرمائی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے مجھے زمین کی خاک پر بیٹھنا لوگوں سے پوشیدہ رہنا زیادہ پسند ہے۔(24)

چوتھا اعتراض:

دوسرے مذاہب میں تارک دنیا لوگ پہلے ہی موجود تھے ہندو مت بدھ مت اور عیسائیت سے متاثر ہو کر اسلام میں بھی بے شمار مشرکانہ خرافات کو داخل کر دیا گیا؟

جواب:

جب سیڑھی کے ذریعے آپ اس سوال تک پہنچتے ہیں تو ہم نے پچھلی سطور میں اس سیڑھی کے پرنچے اڑا دیے ہیں لہذا یہ سوال بناء الفاسد علی الفاسد کا مصداق ہے یعنی ایسا فساد جس کی بنیاد بھی فساد ہو، ثانیہ آپ کے اس سوال میں ہیں اس سوال کا جواب موجود ہے چنانچہ فرمارہے ہیں کہ دوسرے مذاہب میں تارک الدنیا لوگ پہلے ہی موجود تھے گویا ان مذاہب میں کچھ لوگ تارک الدنیا تھے اور کچھ لوگ تارک الدنیا نہیں تھے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ان مذاہب کے تارک الدنیا لوگوں کی مشابہت سے انسان صوفی بن جاتا ہے تو انہیں مذاہب میں جو لوگ تارک الدنیا نہیں ہیں ان سے مشابہت کی وجہ سے انسان منکر تصوف کیوں نہیں بن جاتا؟ اور منکرین تصوف کی ہندو مت بدھ مت عیسائیت سے مشابہت لازم کیوں نہیں آتی؟

پانچواں اعتراض:

صوفی ازم کا مرکز ایشیا اور افریقہ رہا ہے گویا یہ عرب کی پیداوار ہی نہیں؟

جواب:

اولاً آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ آپ عرب شریف کون سے براعظم میں واقع ہے یا پھر آپ بلاخوف تردید سب کچھ فرمائے جارہا ہے اطلاعاً عرض ہے کہ عرب شریف بھی ایشیا ہی کا ملک ہے پھر تصوف عرب کی پیداوار کیسے نہیں اگر تصوف کا مرکز ایشیا اور افریقہ رہے ہیں تو پھر کیا ہوا آپ کا خیال ہے تصوف کا مرکز ایشیا اور افریقہ کے علاوہ کون کون سے براعظم ہونے چاہیے ان دونوں براعظموں کے علاوہ تین براعظم یہ ہیں آسٹریلیا یورپ اور امریکہ فرمائیں کیا تصوف مرکز کفار کے آنا اکثریتی براعظموں کو ہونا چاہیے تھا یہی اعتراض مسٹر غلام احمد پرویز نے صحاح ستہ کے مصنفین پر کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ تمام محدثین عجم سے تعلق رکھتے ہیں کوئی بخارا کا رہنے والا کوئی اصفہان کا کوئی ترمز کا رہنے والا ہے کوئی سجستان کا پرویز کا یہ اعتراض سراسر غلط اور جہالت پر مبنی ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ تصوف کے قرآن و سنت سے ثابت ہونے کے باوجود اسے عجم کی پیداوار قرار دینے والے خود جب پرویز کے سامنے پھنستے ہیں تو اس سے کس طرح جان چھڑاتے ہیں۔

چھٹا اعتراض:

کمیونسٹوں نے تصوف کی وجہ سے ہی مذہب کو افیون کا نام دیا تھا اسی نے اسلام کو ترقی نہیں کرنے دیں اور اسے لوگوں کے دنیاوی مسائل سے کوئی غرض نہیں اسی کی وجہ سے سیکولر لوگ اسلام سمیت ہر مذہب سے آزاد ہونا چاہتے ہیں یہ سارا قصور تصوف کا ہے؟

جواب:

مضمون نویس نے غیر سنجیدہ اور عدم تحقیق کی انتہا کر دی ہے حقیقت یہ ہے کہ کمیونسٹوں نے دنیا کے ہر مذہب کو مطلقاً افیون کہا تھا نہ کہ صرف تصوف کو۔

ثانیاً لوگوں کے دنیاوی مسائل سے بغض رکھتے وقت یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ دنیا کو مخالفین تصوف کی طرح ترجیح دینا سراسر باطل ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے "اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ، وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ "(25)

یعنی یقین کرلو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشہ ہے اور عارضی زینت اور آپس کے مقابلے بازی ہے یہ ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں آگے نکلنے کی کوشش ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس کی پیداوار کسانوں کو پسند آتی ہے پھر جب وہ خوشک ہو جاتی ہے تو اے دیکھنے والے تو پھر اسے دیکھتا ہے کہ وہ زرد ہو گئی ہے پھر اس کے بعد وہ چورہ چورہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں نافرمانوں کے لئے سخت عذاب ہے اور فرمانبرداروں کے لیے اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الا ان الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالم او متعلم " (26) یعنی دنیا پر لعنت ہے اور جو کچھ اس میں ہے اس سارے پر لعنت ہے سوا اللہ کے ذکر کے اور اس کے متعلقات کے اور عالم یا شاگرد کے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر دنیا کی وقعت مکھی کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اس میں سے کوئی کافر پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پی سکتا، ایک حدیث میں یہاں تک ہے کہ دنیا کی وقعت اللہ کے ہاں ایک مردار جانور سے بھی کم ہے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ کام کاج کی کثرت سے اور چکی پیس پیس کر مجھے تھکن ہو جاتی ہے مجھے ایک نوکریاں خادم عنایت فرمائیں دیں آپ پر عمل نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادیتا ہوں ہر نماز کے بعد (33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر) پڑھا کرو مگر نوکر فراہم نہیں فرمایا، (27) اب ان دلائل کو پڑھ لینے کے بعد ایک مشہور صوفی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کے اس مصرع کو ذرا غلط ثابت کرکے دکھاؤ "ادھی لعنت دنیا تائیں تے ساری دنیا داراں ہو"۔

ثالث شرعی ضرورت اور اتباع سنت کے حد تک صوفیہ علیہم الرضوان نے ہمیشہ دوسرے لوگوں سے بڑھ کر دنیا میں حصہ لیا ہے اور سیاست اور دنیاوی تعلیمات میں پیش پیش رہے ہیں چنانچہ صوفیاء نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ عوام کے مسائل حل کرانے کی خالص نیت کے ساتھ حکمران سے تعلقات رکھنا بھی اچھا ہے، چنانچہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو خدا اور سول کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں حدیث۔حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی علم کلام پر تحقیقات اور دیگر موضوعات پر تصانیف اہل سے نہیں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالی نے اپنی کشف المحجوب میں شریعت پر سخت زور دیا ہے کم ظرف اور غیر ذمہ دار لوگوں کی سخت تردید کی ہے اور اپنی کتاب کا آغاز علم کے باب سے کیا ہے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں شرعی علوم کے دریا بہا دیے ہیں بدمذہب لوگوں اور باطل فرقوں کے نام لے کر اور سرخیاں قائم کرکے رد فرمایا ہے نیز آپ کا بادشاہ وقت کو سرزنش فرمانا آپ کی سوانح حیات کی کتب میں صراحتاً مذکور ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے 90 لاکھ ہندوؤں کو کلمہ پڑھایا اگر ان کے نزدیک کفر اور اسلام میں کوئی فرق نہیں تھا تو پھر کسی کو مسلمان کرنے اور کلمہ پڑھانے کا کیا مطلب ہلاکو خان کے مقابلے پر مسلمانوں کے کام آکر انقلاب برپا کر دینے والا شخص ایک صوفی تھا نہ کہ غیر مقلد وہ شیخ محی الدین ابن عربی تھے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اکبر بادشاہ سے ٹکر لی اور اس کے گڑھے ہوئے دین الہی کی سرعام خلافت کی اقبال علیہ رحمہ نے آپ ہی کے بارے میں لکھا تھا۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس کرم سے ہے گرمی احرار (28)

حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی رحمتہ اللہ تعالی علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف سبع سنابل میں بار بار عقیدہ اہل سنت کی حقانیت پر زور دیتے ہیں بلکہ پہلا باب ہیں عقیدوں اور مذہبوں کے موضوع پر مرتب فرمایا ہے اور اہل بدعت روافض اور تفضیلیوں کی تباہی کر کے رکھ دی ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالی علیہ ایک عظیم صوفی بزرگ ہیں آپ نے تصوف کے موضوع پر انفاس العارفین شفاء العلیل اور الانتباہ فی سلاسل الاولیاء جیسی عظیم المرتبت کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں صوفی ہونے کے باوجود آپ نے برصغیر کی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا ہے احمد شاہ ابدالی کو افغانستان میں خط لکھا کہ ہندوستان پر حملہ کردوں پیر پگارہ حضرت صبغت اللہ شاہ راشدی قدس سرہ نے انگریز کے خلاف حر مجاہدین کھڑے کر دیے اور بالآخر انگریزی کے ہاتھوں شہید ہوئے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرزا قادیانی کا مقابلہ کیا اس کے مناظرے کے چیلنج کو قبول فرمایا اور قادیانیوں کے خلاف شمس الہدایہ اور سیف چشتیائی جیسی بے مثال کتاب لکھی مذاہب باطلہ کی کھل کر تردید فرمائی بلکہ موضوعات پر مختلف لکھیں پاکستان بنانے میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب میر اشریف زکوڑی شریف سیال شریف بھرچونڈی شریف وغیرہم علیہ الرحمتہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شمولیت فرمائے اور پاکستان مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا آج بھی پاک وہند میں اہم ترین دینی مدارس انہیں صوفیہ کے آستانوں پر قائم ہیں لہذا صوفیاء کرام علیہم الرضوان پر بے حسی شرعی معاملات میں عدم دلچسپی اور صلح کلی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا میڈیا پر واویلا کرنے والے مغرب کے زرخرید افراد کی الزام تراشیاں کوئی وقعت نہیں رکھتی ایسے لوگ ہر زمانے میں خریدے جاتے ہیں اور جاتے رہیں گے اکبر بادشاہ نے بھی ایسے ہی لوگوں کو خرید لیا تھا اور یہ دھندہ آج بھی جاری وساری ہے۔

ساتواں اعتراض:

صوفیا نے اسلامی اقتدار اور حکومت کے مقابلے پر باطنی اقتدار کا ڈھونگ رچایا حتی کہ خلیفہ اور گدی نشین کی اصطلاح بھی اسی ضد میں وضع کرلی غوث کو ولیوں کا خلیفہ اور سربراہ مانا جاتا ہے یہی ان کا سب سے بڑا عہدہ ہے اور ہر سکے اور سادہ لوح آدمی کو خلیفہ بنادیا جاتا ہے؟

جواب:

ہمیں حیرت ہورہی ہے کہ آپ کس طرح ڈھٹائی کے ساتھ تصوف کو حکومت کا چربہ کہہ رہے ہیں آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ اور اس کی کیا دلیل ہے کہ خلیفہ گدی نشین اور غوث کو سربراہ حکومت کے مقابلے پر کھڑا کیا گیا ہے، صوفیاء کے نزدیک اسلامی زندگی کی تین مختلف شعبے ہیں اس میں سے ہر شعبے کو ڈیل کرنے والے لوگ مختلف ہیں پہلا شعبہ اسلامی حکومت کا ہے ملک میں اسلامی قانون رائج کرنا اور سزاؤں کا نفاذ کرنا مجھے تیار رکھنا

اور یاد کرنا عوام کی فلاح و بہبود پر توجہ دینا حکومت کی ذمہ داری ہے اسلامی حکومت کا قیام فرض کفایہ ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین پر بھی اس مقدم کر دیا گیا تھا اس کی مثال بادام کے بیرونی چھلکے جیسی ہے جو سخت مضبوط ہوتا ہے اور اسے توڑنا آسان نہیں ہوتا حکومت ڈنڈے سے اصلاح کرتی ہے۔

دوسرا شعبہ علماء کرام کا ہے اپنی ضرورت کی حد تک شرعی علوم میں مہارت حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اجتہادی سطح تک علم حاصل کرنا اور لوگوں کی رہنمائی دینا فرض کفایہ ہے علماء کی مثال بادام کے اندر والے چھلکے جیسی ہے جو مغز کے اوپر چڑھا ہوا ہوتا ہے علماء زبان سے اصلاح کرتے ہیں۔

تیسرا شعبہ تصوف اور روحانیت کا ہے اپنے نفس کی اصلاح اور ریاکاری تکبر حسد وغیرہ سے بچنا اور نیت کو درست رکھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے لیکن اس میں ایسی مہارت حاصل کرنا کہ دوسروں کو بھی انہی چیزوں کی تربیت دی جاسکے فرض کفایہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر بندے کو خلافت نہیں دی جاتی روحانی شعبے کی مثال بادام کے اندر والے مغز جیسی ہے کیونکہ آخرت کی بخشش کا دارومدار اسی نفس کی اصلاح اور نیت کی درستگی پر ہے،

یہ ساری بحث حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ الاقدس نے اپنی کتاب سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار میں لکھی ہے حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ تعالی نے بھی یہی بہت نہایت علمی اور ادبی انداز سے فرمائی ہے۔(29)

ہم بار بار واضح کر رہے ہیں کہ غیر ذمہ دار قسم کے لوگوں کی باتیں شعر اور ان کا ہر کس و ناکس کو خلافت دے دینا ہمارے موضوع سے خارج ہے اس طرح کے لوگ ہر طبقے میں پائے جاتے ہیں خود تصوف کے مخالفین میں بھی غیر ذمہ دار افراد کی کمی نہیں ہوگی آپ خود بتائیں کہ کیا آپ اپنے ہر فرد پر ایک جیسا اعتماد کر سکتے ہیں کیا آپ اپنے تمام علماء کے نظریات اور تحریرات سے متفق ہیں، اگر تصوف میں کسی کو غوث کہہ دیا جاتا ہے تو پھر کیا ہے؟

آٹھواں اعتراض:

صوفیا کے باطنی نظام کے مطابق غوث قطب اور ابدال کا نظام بنا دیا گیا ہے جو قضاو قدر پر نظر رکھتا ہے اور ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے؟

جواب:

اس میں قباحت ہی کیا ہے اول تو یہ روحانی باتیں ہیں جنہیں ہر کس و ناکس اور خصوصا ظاہریت کا حامل نہیں سمجھ سکتا ہم آگے چل کر انشاء اللہ تفصیل سے بیان کریں گے کہ باطنی علوم کہاں سے ثابت ہیں ہم قرآن بھی دکھائیں گے احادیث بھی بخاری بھی پڑھائیں گے مسلم بھی فی الحال اتنا عرض کیے دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے " فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا " (30) قسم ہے امر کی تدبیر کرنے والوں کی، اس آیت میں اللہ تعالی نے نظام دنیا کی باطنی تدبیر کرنے والوں کی قسم اٹھائی ہے اور مدبرات امر اگر آپ کے خیالات میں فرشتے ہیں تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ فرشتے بھی تو غیر

اللہ ہیں پھر فرشتوں کو مدبرات امر ماننا شرک کیوں نہیں؟ "وَمَنۡ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ" (31) یعنی خود اللہ تدبیر فرماتا ہے، قرآن کے ان الفاظ میں اللہ نے خود اپنے آپ کو امر کی تدبیر کرنے والا قرار دیا ہے مگر اوپر والی آیت میں مدبرات امر غیر اللہ کو کیوں کہہ دیا؟

ثانیا حدیث شریف میں ہے کہ "عن علي رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الابدال يكونون بالشام وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب " (32)

ابدال شام میں ہوں گے اور چالیس مرد ہوں گے جب کبھی کوئی ابدال فوت ہو گا تو اللہ تعالی اس کی جگہ پر نیا ابدال بھیج دے گا ان کی برکت سے بارش ہو گی اور ان کی برکت سے دشمنوں کے خلاف مدد ملا کرے گی اور ان کی برکت سے شام والوں سے عذاب ٹلا رہے گا۔

اس حدیث میں نہ صرف ابدالوں کا ذکر ہے بلکہ ان کی برکت سے عذاب ٹل جانے کا ذکر بھی موجود ہے آپ کے نزدیک امام احمد بن حنبل تو محدث ہی ہونگے آپ امام بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد ہیں یہ حدیث انہوں نے اپنی کتاب مسند احمد میں بیان فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ: حضرت عبد اللہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "الابدال في هذه الامة ثلاثون مثل ابراهيم خليل الرحمن عز وجل كلما مات رجل ابدل الله تبارك وتعالى مكانه رجلا "(33) یعنی اس امت میں ابراہیم خلیل اللہ سے مشابہت رکھنے والے تیں ابدال ہوا کریں گے تو اس کی جگہ اللہ تعالی دوسرا بندہ بدل دے گا۔ اس حدیث کی سند میں کلام ہے مگر ہر کلام بھی حتمی نہیں ہوتا اور پھر دوسری احادیث کی تائید اسے قوت بھی فراہم کر رہی ہے،

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"اذا ضل احد كم شيئا او اراد عونا وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اعينوني فان الله عبادا لا نراهم "(34)

یعنی جب تم میں سے کسی کو کی کوئی چیز پردیس میں گم ہو جائے یا اسے مدد کی ضرورت ہو تو اسے پکارنا چاہیے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو بے شک اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ حدیث صحیح ہے اور خصوصا حسین کے مصنف نعمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں صحیح احادیث کا اہتمام کیا ہے۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ اللہ کے ان ابدالوں کو رجال الغیب کہا جاتا ہے فرمایا "فان لله عبادا لا نراهم " اللہ کے بندے ایسے موجود ہوتے ہیں جنہیں ہم نہیں دے سکتے سے ہیں۔

حدیث مبارکہ ہے: "عن المسیب ابن رحبة قال قال علي بن ابي طالب رضي الله عنه قال النبي صلی الله علیه وسلم ان کل نبي اعطي سریعة نجباء رفقاء او قال نقباء واعطیت انا اربعة عشر کلنا من هم قال انا و ابنای و جعفر و حمزة وابو بکر وعمر ومصعب ابن عمیر و بلال و سلمان والمقداد و ابوذر وعمار و عبد الله بن مسعود" (34)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو سات نجیب رفیق دئے گئے یا نقیب ڈبو دئے گئے جبکہ مجھے چودہ دیئے گئے ہم نے کہا وہ کون کون ہے فرمایا میں اور میرے دو بیٹے اور جعفر اور حمزہ اور ابو بکر اور عمر مصعب بن عمیر بلال سلمان حضرت مقداد ابو ذر عمار اور عبد اللہ بن مسعود۔

نواں اعتراض:

ابن عربی کے نزدیک صوفیہ کی ولایت نبوت سے بھی افضل ہے مرزا قادیانی کو یہیں سے نبوت کا دعوی کرنے کا موقع ملا تھا؟

جواب:

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبی کا خدا سے تعلق اسی نبی کی ولایت کہلا تا ہے اور نبی کا انسانوں سے تعلق اسی نبی کو کیا کہلا تا ہے نبی کو اپنی ولایت یعنی خدا سے دوستی اس کی اپنی نبوت یعنی انسانوں سے تعلق سے افضل ہے یہ بات شیخ اکبر کی کتب اور ان کی شروع میں تفصیل سے موجود ہے پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سیف چشتیہ میں بھی اس کی اسی طرح وضاحت فرمائی ہے اور مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا گیا شیخ اکبر سیدنا محمد دین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کی نبوت تک پہنچنا ممکن ہے اسے ہم اپنے اس سے اس طرح بلند دیکھتے ہیں جس طرح آسمان کے ستارے ہم سے بلند ہیں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں، "لا یصیح ان ینال مقام النبوة انا نراه کانجوم علی السماء" شیخ اکبر کی عبارت کو سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے آپ جیسے اہل ظواہر اور موت سبین کے بس میں تو بالکل ہی نہیں باقی رہا مرزا قادیانی تو اس ظالم نے صوفیا کے اقوال کو ہی نہیں بلکہ دوسرے علماء کے اقوال کو اور اس سے بڑھ کر قرآن و سنت کو بھی اپنی نبوت کی بنیاد بنانے کی کوشش کی ہے بلکہ غلام احمد پرویز نے تو یہاں تک کہا تھا کہ احادیث کا ذخیرہ مرزا کو نبی بنانے کا سبب بنا۔

دسواں اعتراض:

وحدت الوجود وحدت الشہود اور حلول کے عقائد سے ہر چیز کو خدا بنادیا جاتا ہے؟

جواب:

آپ نے یہ باتیں لکھتے وقت دیانتداری سے کام نہیں لیا اگر آپ ہوتے تو ایسی الزام تراشی کرتے وقت خدا کا خوف کر لیتے آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ آپ کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کو جب ہم اس مضمون میں نقل کرتے ہیں تو مکمل ایمانداری سے نقل کر کے پھر اس کا رد لکھتے ہیں، بلکہ بعض مقامات پر ہم نے خود اپنے اوپر اس طرح سخت سوالات وارد کئے ہیں کہ اس طرح سوال بنانے کا شعور آپ کو خود بھی نہیں تھا ایک دیانت محقق کا انداز یہی ہونا چاہئے اگر ہمت ہو تو صوفیاں کا حلولی ہونے کا ثبوت پیش کیجئے یاد رکھیئے کہ حلولی کا نظریہ سراسر کفر والحاد ہے اور صوفیائے کرام اس سے سو فیصد بری الذمہ ہیں باقی رہا وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود تو اس موضوع پر تفصیل سے عرض کرنے کی بجائے ہم قرآن وسنت کی تصریحات آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں آپ خود نتیجہ نکال لیجئے ہم نتیجہ اس لئے بیان نہیں کر رہے کہ ہم پر ان دلائل کی ایسی تعبیر کا الزام نہ لگے جو تعبیر آپ کے اپنی مخصوص عینک کے ساتھ صوفیاں کے ہاں تلاش کر لی ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے:

"اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "(35)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

"وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ "(36)

اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

"فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (37)

تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ " (38)

اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" اِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ "(39)

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : «إِنَّ اللهَ قال: مَن عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضتُ عليه، وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه، فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها، وإن سألني لأعطينه ولئن استعاذني لأعيذنه، وما ترددتُ عن شيء أنا فاعله ترددي عن نفس المؤمن، يكره الموتَ وأنا أكره مساءته ولا بد له منه" (40)

جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے جن چیزوں سے میرا بندہ میرے قریب ہوتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ وہ چیز ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قریب آتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اس سے ضرور پناہ دیتا ہوں میں اپنے کسی کام کے بارے میں کبھی متردد نہیں ہوا سوائے مومن کی جان لینے کے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں بھی اس کی تکلیف کو ناپسند کرتا ہوں مگر اس کی موت ضرور ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

"الا كل شيء ما خلا الله باطل"(41)

یعنی خبر دار اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔

حدیث قدسی ہے:

"انامع عبدي اذاذكرني وتحركت بي شفتاه" (42)

یعنی میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذریعے سے حرکت کرتے ہیں۔

قرآن وسنت کے اس قدر ان گنت بیانات سے بھی صوفیاء کرام نے حضور کو ہر گز ثابت نہیں فرمایا بلکہ کائنات کو محض اس کی جلوہ گاہ قرار دیا ہے ہر چیز کے فنا ہو جانے کے بعد صرف خدا کا باقی رہنا الگ چیز ہے اور ہر چیز کا خود خدا بن جانا الگ چیز ہے پہلی چیز حق ہے دوسری چیز کفر ہے۔

گیارھواں اعتراض:

صوفیاء کے نزدیک قرآن وسنت کے ایک ظاہری معنی ہوتے ہیں ایک باطنی اس نظریے کی بنیاد ابن عربی نے رکھی تھی حالانکہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "الاھل بلغت "فرمایا تھا اور سب صحابہ نے جواب دیا تھا" بلٰی" کسی صحابی کو ظاہری اور کسی کو بات نہیں معنی بتانا یکسانیت نہیں اور ایسے کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام ہے؟

جواب:

حضرت موسی اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں ذکر ہے حضرت موسی علیہ السلام کے پاس ایک قسم کا علم تھا اور حضرت خضر علیہ السلام کے پاس دوسری قسم کا علم تھا فرمائے علم کی یہ تقسیم کس نے کی ہے؟ صوفیا نے یا خدا نے؟

ثانیہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ "انک علم من علم اللہ علمکہ اللہ لا اعلمہ و انا علی علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلمہ" (43)

یعنی آپ کے پاس ایسا علم ہے جس سے میں نہیں جانتا اور میرے پاس ایسا علم ہے جسے آپ نہیں جانتے۔

اب آپ فرمائیں بخاری اور مسلم آپ کی مرغوب کتابیں ہیں کہ نہیں کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ نہیں کیا اس حدیث میں علم کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں کہ نہیں کیا ان دو مختلف علوم کے حامل و کو اکا واقعہ کافی تفصیل کے ساتھ قرآن میں بھی ہے کہ نہیں یہ بھی بتائیں کہ حضرت خضر کو چل کر غصہ کے پاس جانا پڑا تھا یا موسی کو چل کر کے پاس جانا پڑا تھا شجر علم کی اہمیت اور مرتبہ زیادہ نکل آیا تکوینی علم کا بخاری کے اسی باب میں اسی صفحے پر یہ حدیث

درج ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم سیکھے ہیں ایک علم وہ ہے جسے میں بیان کرتا ہوں دوسرا علم وہ ہے کہ اگر بیان کروتو لوگ میری گردن کاٹ دیں بخاری ۔

اب ذرا ہوش سنبھال کر بولیے علم کی دو قسمیں صوفیا بیان کر رہے ہیں یا حضرت ابو ہریرہ بلکہ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء؟

یہ بھی فرمایئے کہ اس حدیث میں علم کی دوسری قسم سے مراد کچھ بھی صحیح پوچھنا یہ ہے کہ وہ دوسرا علم تمام لوگوں کو کیوں نہیں بتایا گیا بلکہ اگر انہیں بتایا جائے تو وہ ابو ہریرہ کی گردن کیوں کاٹتے ہیں کیا ہے آپ کے پاس الاھل بلغت کا جواب؟ اور کیا ہے آپ کے پاس صحابہ کے بلی کہنے کا جواب؟

مزید سینے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" لکل ایۃ منہا ظھر وبطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنہ " (44) یعنی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہر علم والے کے علم کی ایک حد ہے، یہ بن عربی نہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم ہیں۔

اور اس ارشاد کو روایت کرنے والے ابن مسعود ہیں جو سفر وحضر میں حضور صلی علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اور جلیل القدر صحابی، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "العلم علمان فعلم في القلب وذاك العلم النافع وعلم على اللسان فذلك حجه الله عز وجل على بني ادم "(45) یعنی علم کی دو قسمیں ہیں ایک القلب میں ہوتا ہے اور یہی علم نافع ہے دوسرا علم زبان پر ہوتا ہے اور یہ علم آدم کی اولاد پر اللہ کی حجت ہیں۔

بارھواں اعتراض:

عبد اللہ بن سبا یہودی اس باطنی تحریک کا سب سے بڑا پرچار تھا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے مولویوں کو زندہ جلا دیا تھا منصور حلاج نے اسی بنا پر خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا؟

جواب:

ہم قطعی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ باطنی علوم کا پرچارک خود خدا ہے جہاں تک عبد اللہ بن سبا یہودی کا تعلق ہے تو وہ بد بخت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولویت افضلیت اور خلافت بلا فصل کا پرچارک تھا اور وہ رافضی بھی تھا اور رافضیوں کی نشانی حدیث شریف نے یہ بیان ہوئی کہ وہ اپنے سے پہلے والے مسلمانوں پر کیچڑ اچھالا کریں گے، باقی رہا ابن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کا دعویٰ انا الحق تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں یہ ارشاد خداوندی بھی ہے۔

"وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى"(46)

اور کچھ تمہیں موسیٰ کی خبر آئی، جب اُس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا ٹھہرو مجھے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی چنگاری لاؤں یا آگ پر راستہ پاؤں، پھر جب آگ کے پاس آیا ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طویٰ میں ہے۔

ثانیا : بن منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ اسے برداشت نہیں فرماسکتے تھے اور ان کی طرف سے اس اظہار کا سب سے پہلے نوٹس لینے والی حدیث حضرت جنید بغدادی قدس سرہ حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ان پر سخت گرفت فرمائی ہے اور ان کے دعوے کو ان کی کمزوری کر دیا ہے۔(47)اور وہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایک دن حسین بن منصور حلاج حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالی عنہ کی صحبت میں جا کر بیٹھ گئے آپ نے پوچھا میرے پاس کیوں آئے ہو انہوں نے کہا آپ کی صحبت سے مستفید ہونے آیا ہوں آپ نے فرمایا مارا بمجانین صحبت نیست، صحبت راصحت باید میں پاگلوں کو صحبت نہیں دیتا اس کے لئے صحت ضروری ہے۔(48)

زیب النساء مخفی نے کیا خوب کہا:

شہرہ آفاق شد منصور ورنا ہر زماں

بر سر دار انا الحق نوجوان دیگر است(49)

اولیاء کرام علیہم الرضوان نے ابن منصور کے اس دعوے کو غلبہ حال اور عدم برداشت پر محمول فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا اور اس کی بات کا اچھا محمل تلاش کرنا واجب ہوتے ہیں آپ نے خود لکھا ہے کہ علماء حق نے اس پر سخت گرفت فرمائی تو پھر مان لیجئے کہ جنید بغدادی اور داتا صاحب جیسے صوفیہ علمائے حق ہے باقی رائے منصور کو قتل کرنے کا اقدام تو یہ اقدام حکومت کا ہی کام ہوتا ہے حکومت وقت نے یہ کام کر دیا تھا۔

تیرھواں اعتراض:

عالم کفر کے لیے تصوف میں کوشش اس لیے ہے کہ تصوف جہاد سے منع کرتا ہے؟

جواب:

کسی صوفی کی وہ عبارت ہمیں دکھائی جائے جس میں انہوں نے کہا ہو کہ جہاد منع ہم انشاء اللہ خود اس پر لعنت بھیجیں گے اگر آپ ایسا نہ کر سکے تو پھر آپ خود جھوٹ بول رہے ہیں بلکہ جھوٹ سے بڑھ کر بہتان لگا رہے ہیں جو جھوٹے پر لعنت ہے اور بہتان باندھنے والے پر کیا کچھ ہو گا خود اندازہ فرما

لیجئے، ثانیاً صوفیاء کی نرم دلی اور ان میں سے بعض غیر ذمہ دار افراد کے کلام کو غلط مفہوم پہنا کر آپ نے جہاد کا انکار بر آمد کر لیا ہے یہی غلط مفہوم عالمی کفر نے قرآنی آیات واحادیث کو پہنانا شروع کر رکھا ہے۔

چودھواں اعتراض:

اکبر بادشاہ نے اسی تصوف کی بنیاد پر دین الہی ایجاد کر لیا تھا اس وقت کے مسلمانوں نے اسے رد کر دیا تھا؟

جواب:

اکبر کی خباثت کو رد کرنے والوں کو آپ نے مسلمان کہا ہے ذرا سنیں وہ کون سے مسلمان تھے وہ کوئی اہل حدیث تھا یا ایک صوفی کامل اکبر کا مقابلہ کرنے والی تنہا شخصیت کا نام مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز ہیں آپ نے قبر کو سجدہ نہیں کیا جیل میں بند کر دیئے گئے آپ جیل میں ہی تھے کہ اکبر مر گیا اکبر کے بیٹے جہانگیر نے تخت سنبھالا تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر فرمایا کہ ہم تم سے ناراض ہیں تم نے ہمارے دوست احمد سرہندی کو قید میں رکھا ہے وہ صبح اٹھ کر سیدھا جیل پہنچ اور حضرت مجدد کو رہا کرنا چاہا آپ نے فرمایا میں اس وقت تک رہا ہے قبول نہیں کروں گا جب تک سجدہ تعظیمی کی بد تمیزی ختم نہیں کی جاتی جہانگیر نے سجدہ تعظیمی ختم کرنے کا وعدہ کر لیا آپ جیل سے باہر تشریف لے آئے یہی وہ صوفی ہے جو وحدت الشہود کے قائل تھے جسے آپ کو فریاد کی فہرست میں ٹانک چکے ہیں اور یہی وہ صوفی ہیں جنہوں نے اکبر کے دین الہی کو جڑ سے اکھاڑ دیا تھا یہ کام کسی اہل حدیث میں نہیں بلکہ صوفی کامل نے سرانجام دیا تھا۔

بفضل الله تعالی

ختم شد

حوالہ جات

(1)ال عمران3 : 17

(2)بقرة،2 : 165

(3) بقرة 2 : 165

(4)ق،50: 37

(5) رعد13 : 28

(6)بقرة،2:45

(7) طلاق65 : 3،2

(8) البينة98 : 8

(9) مطففين 83: 22

(10) ال عمران3 : 198

(11) احزاب33 : 35

(12)بخاري حديث:3469/3689، مسلم حديث:2398،الترمذي حديث:3693،النسائي في السنن الكبرى حديث:8119،

(13) صحيح مسلم حديث:6682

(14)مسند احمد حديث:18028 دارمی حديث:2533 طحاوی کی شرح مشکل الآثار حديث:2133

(15) البخاري حديث:6541و مسلم حديث:549

(16) اللمع في تاريخ التصوف الاسلامی ص:35 دار الكتب الحديث بمصر 1960

(17) الفرقان25 :63

(18)البدایہ والنہایہ جلد نمبر7صفحہ228

(19) صحیح بخاری حدیث:31 مسلم حدیث:7252

(20) صحیح مسلم حدیث:6808

(21) صحیح مسلم حدیث:7432

(21) صحیح بخاري حدیث:18، صحیح مسلم حدیث: حدیث:4461

(22) الحدید57 :20

(23) ترمذی حدیث:2322،ابن ماجہ حدیث:4112

(24) صحیح مسلم حدیث:7418

(25) البخاری حدیث:3113، مسلم حدیث:6915

(26)تذکرۃ الاولیاء صفحہ120

(27) بال جبریل ص:177

(28) النازیات79 :5

(30) سجدہ5:32،یونس31:10

(31) مسند احمد حدیث:899

(32) مسند احمد حدیث:22818

(33) الطبراني حدیث:10158،ابو یعلی حدیث:5269

(34) ترمذي حديث:3785، مسند احمد حديث:666

(35) النور24 : 35

(36) 16:50

(37) البقرۃ2 : 15

(38) انفال8 : 17

(39) الفتح48:10

(40) البخاری حدیث:6502

(41) بخاری حدیث:6174 مسلم حدیث5889

(42)بخاری حدیث:122 مسلم حدیث:6168

(43) المعجم الاوسط حدیث:773

(44)مرقات المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح حدیث:238

(45) سنن دارمی حدیث:368

(46) المعجم الاوسط للطبرانی حدیث:6605

(47) طٰہٰ20 : ۹تا۱۲

(48) کشف المحجوب فارسی صفحہ:198

(49) دیوان زیب النساء مخفی ص:59 کتب خانہ علی ایران 1381ھ

خاتمہ

فوائد ونتائج البحث

باب اول تصوف کے معنی اور مفہوم پر رقم ہے:

فصل اول میں تصوف کی لغوی تعریف کرتے ہوئے اس کے مختلف مادہ اشتقاق پر بحث کی گئی ہے جس میں قرآن مجید سے اصحاب صفہ کے احوال وصفات کو بھی ذکر کیا ساتھ میں چند احادیث اور لفظ صوف کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

فصل دوم آئمہ تصوف اور اکابرین تصوف کی تعلیمات اور ان کے فرامین کی تشریحات پر مشتمل ہے مزید یہ کہ اس فصل میں صوفی نام کی وجہ تسمیہ کو قدیم کتب اللمع في تاريخ الصوف الاسلامی اور التعرف في مذھب اھل التصوف کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

باب دوم میں مبادیات تصوف کو ذکر کیا گیا ہے:

فصل اول میں کشف المحجوب (از عثمان علی ہجویری رحمہ اللہ تعالی علیہ) کتاب کی تشریحات کی روشنی میں تصوف کی آٹھ بنیادی خصوصیات کو ذکر کیا گیا ہے اور حلیۃ الاولیاء (امام ابونعیم الاصفہانی رحمہ اللہ تعالی) کی کتاب سے تصوف کے چار ارکان کو ذکر کیا گیا ہے۔

فصل دوم تصوف وطریقت کو قرآن مجید اور تفسیری روشنی میں اور حدیث نبوی ﷺ سے تصوف کو ذکر کیا گیا ہے جس میں (1) حدیث جبرئیل (2) حدیث حارثہ بن نعمان (3) حدیث وابصہ بن معبد (4) حدیث نعمان بن بشیر اور (5) ابن عباس رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین کی روایات اور دیگر احادیث بھی شامل ہیں۔

باب سوم تصوف کو تاریخی آئینے میں ذکر کیا گیا ہے:

فصل اول تصوف کو تاریخی آئینے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ہمعات سے اور دیگر کتب سے واضح کیا ہے، اور تصوف کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

فصل دوم میں منکرین تصوف کا محاسبہ اور ان کے اعتراضات کا علمی عقلی نقلی جواب سے رد گیا ہے۔

ماخذ و مراجع

کتب تفاسیر

(1) قرآن مجید

(2) کنزالایمان: اعلی حضرت امام احمد رضا خان متوفی 1340ھ (مکتبۃ المدینہ کراچی)

(3) معالم التنزیل: امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی متوفی 403ھ (دار الکتب ریاض 2006)

(4) احکام القرآن: ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری قرطبی متوفی 671ھ م (کتبہ حقانیہ پشاور کتب حدیث)

(5) تفسیر الفخر الرازی : امام فخر الدین رازی متوفی 604ھ (ناشر دار الفکر 1401ھ)

(6) تفسیر مظہری: القاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی المظہری النقشبندی متوفی 1225ھ (ضیاء القرآن)

(7) تفسیر ابن عباس (مترجم) حضرت عبد اللہ ابن عباس المتوفی 67ھ (مکی دار الکتب، 37 مزنگ روڈ، لاہور 2009ء)

(8) تفسیر فیوض الرحمن (ترجمہ روح البیان) علامہ اسماعیل حقی متوفی 1117ھ (مکتبہ غوثیہ اور دو بازار کراچی)

(9) صحیح البخاری: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ (دار الکتب العلمیہ، بیروت 1419ھ)

(10) صحیح مسلم: امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ (دار المغنی عرب شریف 1419ھ)

(11) سنن ابن ماجہ: امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی 273ھ (دار المعرفہ بیروت 1420ھ)

(12) سنن ابو داود: امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی 275ھ (دار احیاء التراث العربی بیروت 1421ھ)

(13) سنن الترمذی: امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی متوفی 279ھ (دار الفکر بیروت 1414ھ)

(14) سنن النسائی: امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ (دار الکتب العلمیہ بیروت 1426ھ)

(15) السنن الکبری: امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ (دار الکتب العلمیہ بیروت 1411ھ)

(16) سنن الدارمی: امام حافظ عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی 255ھ (دار الکتاب العربی بیروت 1407ھ)

(17) مصنف ابن ابي شيبة: حافظ عبداللہ نم محمد بن ابی شیبہ کوفی متوفی 235ھ (دارالفکر بیروت 1414ھ)

(18) مسند احمد: امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی متوفی 241ھ (مؤسسۃ قرطبہ)

(19) مسند ابی یعلی: شیخ الاسلام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی 307ھ (دار لکتب العلمیہ بیروت 1418ھ)

(20) صحیح ابن خزیمہ: امام محمد بن اسحق بن خزیمہ متوفی 311ھ (مکتب اسلامی بیروت 1395ھ)

(21) المعجم الاوسط: امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی 320ھ (دار لکتب العلمیہ بیروت 1420ھ)

(22) صحیح ابن حبان: امام ابوحاتم محمد بن حبان تمیمی بستی متوفی 354ھ (مکتبہ شاملہ)

(23) حلیۃ الاولیاء: امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی 430ھ (دار الکتاب العربی)

(24) شعب الایمان: امام احمد بن حسین بن علی ابو بکر بیہقی متوفی 457ھ (مکتبۃ الرشد ریاض)

کتب شروح حدیث

(25) الطحاوی شرح مشکل الآثار: امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی 321ھ (دار لکتب العلمیہ بیروت 1425ھ)

(26) نووی شرح مسلم: امام یحیی بن شرف الدین نووی متوفی 672ھ (دار احیاء التراث العربی)

(27) مرقات المفاتیح علامہ علی بن سلطان محمد القاری 1014ھ (مکتبہ امدادیہ ملتان 1390ھ)

کتب تصوف

(28) اللمع في تاريخالتصوف الاسلامي: امام ابی النصر عبداللہ السراج الطوسی 378ھ (دار الکتب الحدیث بمصر 1380ھ)

(29) التعرف لمذھب اھل التصوف: امام ابو بکر محمد البخاری الکلاباذی متوفی 380ھ (مکتبۃ الخانجي بالقاهرة)

(30) علی ھامش الرسالۃ القشیریہ: امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری متوفی 465ھ (دار الکتب بیروت 1420ھ)

(31) کشف المحجوب: حضور داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری متوفی 469 ھ (ضیاء القران پبلی کیشنز لاہور)

(32) احیاء العلوم: حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ (دار صادر بیروت 2000ء)

(33) تذکرۃ الاولیاء: شیخ فرید الدین عطار متوفی 627ھ ق (ادری رضوی کتب خانہ 2009)

(34) لطائف المنن: العارف باللہ شیخ عطاء اللہ اسکندری متوفی 709ھ (دار المعارف القاھرۃ 2006)

(35) قواعد التصوف: علامہ الشیخ سید احمد زروق متوفی 2899 ھ (المرکز العربي لکتاب الشارقۃ)

(36) قلادۃ النحر في شرح حزب البحر: علامہ سید محمد ابی الحدی الصیادی متوفی 1399 ھ (مطبوعہ صموصیہ بمصر)

(37) المفاخر العلیہ في المآثر الشاذلیہ: امام احمد بن عیاد محلی شافعی متوفی 1153ھ (مکتبۃ التراث الازھریہ مصر 2004)

(38) لوقح الانوار فی طبقات الاخیار: امام ابو المواھب عبد الوھاب الشعرانی متوفی 1565ء م (کتبہ بیروت لبنان 2009)

(39) شرح حزب البحر: علامہ الشیخ سید احمد زروق متوفی 899ھ (دار جوامع الکلم القاھرۃ)

(40) النصرۃ النبویۃ: شیخ مصطفی المدنی متوفی 1364ھ (دار الکتب بیروت 1420ھ)

(41) النور التحقیق في صحۃ اعمال الطریق: علامہ حامد ابراھیم محمد صقر (دار التألیف المالیۃ بمصر 1390ھ)

(42) معراج التشوف الی حقائق التصوف: احمد بن عجیبہ الحسنی الانجری 1160ھ (مرکز التراث الثقافي المغربي الدار البیضاء)

(43) کشف الظنون: علامہ حاجي خلیف متوفی 1067ھ (دار الفکر بیروت لبنان 1409ھ)

(44) تصوف اور شریعت: پروفیسر عبد الحق انصاری (مترجم مفتی محمد مشتاق تجاوری) (مرکزی مکتبہ اسلام پبلشرز نئی دہلی 2008)

(45) ہمعات: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 1762ھ (ناشر سندھ ساگرہ کادمی لاہور 1946ء)

(46) نفحات الانس: نور الدین عبد الرحمن جامی متوفی 1492ء (ناشر ادبی دنیا دہلی 1423ء)

(47) مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر 77 امام ربانی مجدد الف ثانی متوفی 1034ھ (مکتبہ شبیر برادرز 2007ء)

(48)تعلیمات اسلام احسان ص:43از شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری(منہاج القرآن)

تاریخ

(49) البدایہ والنھایہ:امام عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی 774ھ(ناشر نفیس اکیڈمی اردو بزار کراچی)

دیوان

(50) دیوان مخفی :زیب النساء مخفی کتب خانہ علی ایران 1381ھ

(51) کلیات اقبال:علامہ اقبال متوفی 1938ء(اقبال اکاڈمی لاہور1410ھ)

لغت

(52)فیروز الغات:الحاج مولوی فیروزالدین (فیروز سنز لمیٹڈ لاہور نیاایڈیشن 2010)